نقیبِ ختمِ نبوت

ملتان

ربیع الثانی ۱۴۱۰ھ

نومبر ۱۹۸۹ء

سیدنا مروان رضی اللہ عنہ

کیا شہزادی شہر بانو
ایرانی تھی ---؟

افغانستان میں آزاد اسمٰعیلی
ریاست کے قیام کی سازش

ربوہ میں سیرت کانفرنس کا اجتماع
احرار کے رہنماؤں کا خطاب

ابن امیر شریعت
سید عطاء المحسن بخاری

یکے از مطبوعات

تحریکِ تحفظِ ختمِ نبوت (شعبۂ تبلیغ) عالمی مجلسِ احرارِ اسلام پاکستان

ہر مسلمان سوچے ؟

صفی قرآن کی خوبیاں اور تعلیم الاسلام کی فوقیت بیان کرنے کا عہد ہو گیا۔ یہ عہد ہر مسلمان کے مبلغ اور مجاہد بننے کا ہے۔ اب ضرورت ہے کہ ہم کردار اور گفتار میں دنیا کے سامنے ہر لحاظ سے انسانیت کا بہترین نمونہ پیش کر سکیں۔ صورتحال یہ ہے کہ مسلمانوں کا اعلیٰ طبقہ تو مُردہ ہے اُسے تو مرنا چاہیئے۔ لیکن مصیبت یہ ہے کہ درمیانی اور غریب طبقہ کے لوگ اُمراء کی اس موت کے ماتم گُسار بن کر روتے ہیں کہ ہم میں امراء کم ہیں۔ اور جو ہیں وہ غفلت اور غیر کے ہاتھوں مر چکے ہیں۔ انہیں زرِ عمل اور مسلمانوں کی محبت نہیں رہی۔ عزیزو! مُردوں کو چھوڑ دو بیماروں کی خبر لو۔ مبادا تمہاری عدم توجہ سے وہ بھی مر جائیں۔ مسلمان کو امدادِ باہمی کے گُر سکھاؤ۔ عوام کے نظام سے مسلمانوں کو فائدہ پہنچے گا اور اسلام کا بول بالا ہوگا۔ اور ان منحوس ستاروں کے ڈوبنے کا غم نہ کرو۔ اُمراء تو سرمایہ داری کے ستون ہیں انکے گر جانے کا کیا افسوس ہمیں تو قوم کے ہر فرد کو مُبلغ اور مجاہد بنانا ہے اور قوم کی قوم کو محنتی چیونٹیوں سے زیادہ کارکن بنا کر نہ صرف اپنے آپ کو ان سرمایہ داروں اور زمینداروں کی اقتصادی غلامی سے نجات دلانا ہے بلکہ تمام غریب طبقے کی اقتصادی زنجیروں کو کاٹ کر رکھ دینا ہے ہر مسلمان میرا مخاطب ہے غریب بچوں کو بے ہمت نہیں ہونا چاہیئے غُربا کو ہمت قائم رکھنے کی اور بھی ضرورت ہے امراء کی امداد کی اُمید پر رہنا مایوسیوں میں کھو جانا ہے اس زمانہ میں اہلِ درد کا کام یہ ہے کہ اسلام کے محاسن بیان کرنے کی بجائے اسلام کے مبلغ تیار کریں تاکہ دنیا میں سچی روشنی پھیلے اور انسان اطمینان کا سانس لیں۔ وہ ذرائع اختیار کرو۔ تحریر میں وہ اسلوب پیدا کرو۔ تقریر میں وہ خُوبی پیدا کرو کہ عامۃ المسلمین کے قلوب دین کی ترقی کے لئے بیتاب ہو جائیں اور ان کے دِل میں اشاعت اسلام کی ایسی مشعل روشن ہو جائے جو بجھائے نہ بجھے ہر مسلمان کے دِل میں تبلیغ کی تڑپ اور شہادت کا شوق ہو تو قوم کی قسمت آج ہی بدل جائے۔ رحمتِ خداوندی بارش کی طرح ہم پر برسے اور ہم خدا کے انعامات سے مطمئن ہو جائیں! آہ اگر ہم خدا کی راہ میں جان دے سکتے تو اس کے نام کو سربلند کرنے کے لئے زبان بھی نہیں ہلا سکتے؟ مسئلہ اشاعت اسلام تو جان اور مال کو خطرہ میں نہیں ڈالتا۔ صرف زبان ہلانے کی فرصتیں درکار ہیں۔ حیف ہے قوم میں بیکاری کی شکایت ہے اسلام کو شکایت ہے کہ مسلمانوں کے پاس میری اشاعت کیلئے کوئی فرصت نہیں جب ہمارا اسلام کی تبلیغ سے غفلت کا یہ عالم ہے تو کس منہ سے ہم خدا کی رحمت کی اُمید لگائے بیٹھے ہیں۔ اسلام کی اشاعت دراصل انسانیت کی بہترین خدمت ہے اسلام سے زیادہ کوئی مذہب حقوق العباد کا محرک نہیں آؤ اس نعمت کو دنیا میں عام کرنے کے لئے ہر مسلمان کو مُبلغِ اسلام بننے پر آمادہ کریں تاکہ اِس نعمت کو پا کر ہر انسان ایک دوسرے کا خدمت گزار بن جائے ———

مفکرِ احرار چودھری افضل حق رحمۃ اللہ علیہ

احرار تبلیغ کانفرنس دہلی

اپریل ۱۹۴۱ء

نقیبِ ختمِ نبوّۃ ملتان

ربیع الثانی سنہ ۱۴۱۰ھ
نومبر، سنہ ۱۹۸۹ء
سالِ اشاعت ۲ سلسلہ اشاعت ۱۱

سرپرست اکابر:

حضرت مولانا خواجہ خان محمد مدظلہٗ
مولانا محمد عبداللہ مدظلہٗ
مولانا محمد اسحٰق صدیقی مدظلہٗ
مولانا عنایت اللہ چشتی مدظلہٗ
مولانا حکیم محمود احمد ظفر مدظلہٗ
مولانا محمد عبدالحق مدظلہٗ
حضرت سید نفیس الحسینی مدظلہٗ

رفقاءِ فکر

سید عطاء المحسن بخاری
سید محمد ارشد بخاری
سید عطاء المؤمن بخاری
سید خالد مسعود گیلانی
سید عطاء المہیمن بخاری
عبداللطیف خالد ○ اختر جنجوا
سید محمد کفیل بخاری
عمر فاروق عمر ○ محمود شاھد
سید عبدالکبیر بخاری
قمر الحسنین ○ بدر منیر احرار
سید محمد ذوالکفل بخاری

زرِ معاونت اندرونِ ملک، بیرونِ ملک

سعودی عرب، عرب امارات	فی پرچہ : ۵/۰۰ روپے	امریکہ، برطانیہ، تھائی لینڈ
مسقط، بحرین، عراق، ایران	زرِ سالانہ : ۵۰/۰۰ روپے	ہانگ کانگ، برما، نائیجیریا
مصر، کویت، بنگلہ دیش، انڈیا		جنوبی افریقہ، شمالی افریقہ

سالانہ ۲۰ امریکی ڈالر

اکاؤنٹ نمبر: ۲۹۹۳۲، حبیب بنک حسین آگاہی۔ ملتان

دارِ بنی ھاشم ○ مہربان کالونی ○ ملتان فون: ۷۲۸۱۳

آئینہ

صفحہ	مضمون نگار	عنوانات
۳	سید محمد کفیل بخاری	دل کی بات
۵	حکیم محمود احمد ظفر	سیدنا مروان رضی اللہ عنہ
۹	ادارہ	بنی اُمیہ اسلام سے پہلے اور بعد
۱۲	شاہ بلیغ الدین	چیف جسٹس
۱۵	مولانا عبدالحق	کیا شہزادی شہربانو ایرانی تھی؟
۲۲	حافظ صفوان محمد	شب سیاہ غلامی میں نور کی قندیل
۳۳	اسلم انصاری	سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ (نظم)
۳۴	شیخ حبیب الرحمٰن بٹالوی	علامہ اقبالؒ اپنے افکار کی روشنی میں
۳۷	پروفیسر منیر چودھری	ایک شب حکیم الامتؒ کے ساتھ
۴۲	ادارہ	افغانستان میں آزاد اسمٰعیلی ریاست کے قیام کی سازش
۴۴	حامد سراج	عظمت کے مینار
۴۶	خادم حسین شیخ	کلچر کی بک بک
۵۰	قمر الحسنین قمر	ڈسکونسل کا ترانہ
۵۱	دید در	پولیس کا ہے فرض مدد آپ کی؟
۵۳	خادم حسین شیخ	زبان میری ہے بات اُن کی
۵۶	جاوید خٹک	کیا چاہتے ہو؟ (نظم)
۵۷	سید کفیل بخاری	ربوہ میں سیرت کانفرنس پر احتجاج احرار سے زعماء احرار کا خطاب
۶۲	ترجمانِ احرار	ضروری وضاحت
۶۲	سید محمد ذوالکفل بخاری	تبصرہ کتب

دل کی بات

عدم اعتماد - عدم اطمینان - عدم تحفظ

وطن عزیز اپنے قیام سے اب تک حکمرانوں اور سیاست دانوں کی ہوسِ اقتدار گروہ بندی، مفاد پرستی اور شخصیت سازی کے مکروہ عمل کی زد میں ہے۔ یہ ایک حادثہ ہے کہ ملک بنا تو اسلام کے نام پر مسلمانوں نے قربانیاں دیں تو اسلام کیلئے مگر اس حقیقت سے انکار ممکن نہیں کہ دینِ اسلام جتنا یہاں مظلوم اور مطعون ہے اور کہیں نہیں۔ یہاں اسلام کا نام لیکر حکمرانوں اور سیاست دانوں نے اپنے سیاسی اور ذاتی مفادات کے مرگھٹ پہ اسلام کو قربان کر دیا اور ہنوز یہ مفاد پرست عناصر اس ظالمانہ عملِ بد میں مصروف ہیں یہ ایک قومی سانحہ ہے اور

اس حادثۂ وقت کو کیا نام دیا جائے

گزشتہ دنوں متحدہ اپوزیشن نے قومی اسمبلی میں وزیر اعظم بیگم زرداری کے خلاف تحریک عدم اعتماد پیش کر دی۔ ہوسِ اقتدار کے مارے ان سیاست دانوں نے قوم کو کیا کیا تماشے نہیں دکھائے اس اپوزیشن میں شامل اکثریت کو پہلے "ضیاء باقیات" کی گالی دی گئی۔ پھر گالی دینے والی دوسری باقیات بُیات (اقلیت) نے ضیاء باقیات کا "لوہا" مان لیا اور سر تسلیم خم کر کے، یک جان و یک قالب ہوکر دونوں ایک ہی سر میں گا رہے ہیں اور اس سرسنگم کا نام "متحدہ اپوزیشن" رکھ دیا گیا۔ تحریکِ عدم اعتماد کی ناکامی تک حزبِ اقتدار اور حزبِ مخالف

دونوں کی طرف سے خرید و فروخت کے جس شرمناک کھیل کا مظاہرہ ہوا وہ قومی غیرت و حمیت کو کھلا چیلنج ہے ووٹ کے تقدس کی قسمیں کھانے والے نام نہاد معزز ارکانِ اسمبلی نے ردائے تقدس کو اپنے ہی ہاتھوں سے تار تار کیا۔ ایمان و ضمیر کا سودا کیا اور اپنی وفاداریاں یوں بدلیں کہ قوم کے اعتماد پر عدم اعتماد کا اظہار کیا۔

ایک سیاسی جوا خانہ آباد ہے، جواری اپنی نہیں قوم کے خون پسینے کی کمائی، ملکی سلامتی، عزت و آبرو سب کچھ داؤ پر لگا چکے ہیں اور نہ جانے یہ کھیل کب تک جاری رہیگا۔ ملک بھر میں قتل و غارت، دہشت گردی، اغوا، زنا چوری ڈاکہ، رشوت، بدعنوانی اور فحاشی و عریانی عروج پر ہے پوری قوم عدم اطمینان اور عدم تحفظ کا شکار ہو کر رہ گئی ہے۔ دین کے نام پر قائم ہونیوالی سلطنت میں برملا خدا کا انکار ہو رہا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین، نبوت

کا انکار سنت کا مذاق۔ قرآن میں تحریف، حدیث میں تلبیس، سیرت سے فرار صحابہ کرامؓ پر سرِ بازار تبرّی و زبان درازی علماء کو گالیاں اور اسلام کو فرسودہ قرار دینا، معمول ہو گیا ہے۔ اربابِ اختیار نے فیصلہ کر لیا ہے کہ یہاں ہر دینی قدر کو پامال یا کم از کم مسخ در کرد یا جائے ثقافت و تہذیب کے نام پر ذرائع ابلاغ سے اپنی بہنوں لوگوں کی بیٹیوں کی نمائش کر کے قومی تماش بینوں اور بے غیرتوں کی تعداد میں زیادہ سے زیادہ اضافہ کیا جائے۔ یہ ملک قلم فروش صحافیوں بے ضمیر ادیبوں شاعروں اور دانشوروں، حرم فروش واعظوں، تہذیبی میراثیوں کنجروں، بھڑووں، شہدوں اور لفنگوں کے حوالے کر دیا گیا ہے قوم کو قانوناً مجبور کیا جا رہا ہے کہ وہ ان کا احترام کرے۔ بیورو کریسی نے انہی لوگوں کو معززین شہر کی فہرست میں مستقل طور پر شامل کر لیا ہے۔ چند خاندان اس ملک پر ہمیشہ ہمیشہ کیلئے مسلط کر کے مقتدر بنا دیئے گئے حزبِ اقتدار ہو یا حزبِ مخالف آپکو یہی خاندان جلوہ افروز دکھائی دیں گے۔

من حیث المجموع زندگی کے تمام شعبوں میں خرابی اور بدعنوانی پیدا ہو چکی ہے تحریک آزادی اور تحریک پاکستان کے سپہ سالاروں اور جانباز سپاہیوں نے جو خواب دیکھے تھے وہ بکھر کر رہ گئے ہیں۔ یہ نتیجہ ہے دینِ فطرت " اسلام سے روگردانی اور بغاوت کا مغربی جمہوری نظام کو قبول کرنے اور اللہ سے کئے ہوئے وعدوں سے انحراف کا جس نظام ریاست کو یہاں قبول کیا گیا ہے وہ غیر فطری ہے اور اس سے آپ کبھی کوئی اچھا نتیجہ نہیں نکال سکتے۔ جتنی بھی خرابیاں پیدا ہوئی ہیں وہ اس نظام کا منطقی نتیجہ ہیں۔ اسلام کا نام لینے والی جماعتیں نفاذِ اسلام کیلئے تو متحد نہ ہوئیں مگر حصولِ اقتدار کی قدرِ مشترک پر دین دشمنوں کے ساتھ ایک میز پر اکٹھی ہیں ان خرابیوں اور بداعمالیوں کے راج میں بہتر نتائج نہ ملنے پر غم زدہ ہونا خود اپنے آپ کو دھوکہ دینے کے مترادف ہے

اُجاڑ موسم میں ریت دھرتی پہ فصل بوئی تھی چاندنی کی
اب آ گئے ہیں اندھیرے تو جی میں کیسا ملال رکھنا

آہ! دین کا نام لینے والو اقتدار ہماری منزل نہیں' ہمارا سب سے پہلا قدم معاشرہ میں موجود خرابیوں کا خاتمہ ہے۔ "متحدہ اپوزیشن" ہماری منزل نہیں ہماری منزل "متحدہ دینی قوت" ہے۔ اسی اجتماعی دینی قوت سے ہمیں تمام دین دشمن قوتوں کا خاتمہ کرنا ہے۔ آؤ! اپنی اناؤں، شخصیتوں، ذاتی مفادات اور خود ساختہ مصلحتوں کے حصار کو توڑ کر میدان میں نکلیں اور نفاذِ دین کی قدرِ مشترک پر متحد ہو کر اس طاغوتی نظام کا ٹاٹ ہمیشہ کیلئے لپیٹ دیں ۵

یہ ہے دامن یہ ہے گریباں آؤ کوئی کام کریں
موسم کا منہ تکتے رہنا کام نہیں دیوانوں کا

حکیم محمود احمد ظفر (سیالکوٹ)

سیدنا مروان بن الحکم رضی اللہ عنہم قسط [۱]

ایک مظلوم ترین شخصیت

سیدنا مروان بن الحکم رض خلیفہ ثالث امیر المؤمنین سیدنا عثمان بن عفان رض کے چچا زاد بھائی تھے۔ آپ کی والدہ آمنہ بنت علقمہ بن صفوان تھیں۔ ان کی کنیت ام عثمان تھی (تہذیب التہذیب جلد ۱۰ صـ۹۱) آپ کے والد حکم بن ابی العاص رض فتح مکہ کے روز مسلمان ہوئے۔ سیدنا مروان رض اس وقت بچے تھے، کیونکہ سیدنا مروان رض سنہ ۲ھ میں پیدا ہوئے تھے۔ اس لحاظ سے فتح مکہ کے وقت آپ کی عمر چھ سال تھی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے انتقال کے وقت آٹھ سال۔ (الاصابہ جلد ۳ صـ۴۷۷۔ استیعاب جلد ۳ صـ۴۲۵، تہذیب التہذیب جلد ۱۰ صـ۹۱)

بعض روایات میں ہے کہ سیدنا مروان رض کے والد حکم بن ابی العاص رض کو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بعض ناشائستہ حرکات کی وجہ سے طائف جلا وطن کر دیا تھا، لیکن یہ روایت درایت اور روایت کے اصولوں کے بالکل خلاف ہونے کی وجہ سے غلط ہے کیونکہ اس واقعہ کی تمام اسناد منقطع ہیں کسی صحابئ رسول نے اس واقعہ کو نقل نہیں کیا اور نہ ہی معتبر تواریخ میں اس کا کوئی اتا پتا ملتا ہے، علامہ ابن عبدالبر رح نے بھی اس واقعہ کو بغیر کسی سند کے نقل کیا ہے۔ (ملاحظہ ہو الاستیعاب جلد ۱ صـ۳۱۱) ابن اثیر اور ابن قتیبہ نے بھی حکم رض کی جلا وطنی کی روایت کو بغیر کسی سند ہی کے نقل کیا ہے۔ (ملاحظہ ہو اسد الغابہ جلد ۲ صـ۳۴، کتاب المعارف صـ۱۵۴) علامہ بلاذری نے جو سند اس واقعہ کی نقل کی ہے اس میں کذاب اور مجہول راوی ہیں اور ایسے راوی بھی ہیں جو رافضی اور شیعہ ہیں۔ (ملاحظہ ہو انساب الاشراف جلد ۵ صـ۲۷) اسی وجہ سے شیخ الاسلام علامہ ابن تیمیہ رح اس واقعہ کے بارہ میں لکھتے ہیں:

کثیر من اهل العلم ینکر ذالک ویقول انہ ذهب باختیارہ و ان نفیہ لیس لہ اسناد

اکثر اہل علم نے اس واقعہ کی صحت سے انکار کیا ہے اور وہ کہتے ہیں کہ وہ اپنی مرضی سے طائف گئے تھے اور انکی جلا وطنی کے واقعہ کی کوئی سند بھی نہیں ہے۔ (منہاج السنۃ ۳ صـ۱۸۹)

بنو امیہ اور اُن کے افراد کو بدنام کرنے کے لئے مخالفین نے جیسی اور روایات وضع کیں ویسے ہی یہ روایت بھی گھڑ لی ہے۔ جلا وطنی کی یہ روایت صحیح کیسے ہو سکتی ہے، کیونکہ واقعات اسکی تردید کرتے ہیں، چنانچہ شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ ہی نے لکھا ہے کہ ان کے والد حکم نے سب لوگوں کے ساتھ حجۃ الوداع میں شرکت بھی کی ہے اور حجۃ الوداع کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس جہان فانی میں چند روز ہی رہے ہیں۔ ان ایام میں آپ نے انہیں جلا وطن نہیں کیا اور ابن سعد نے تو صاف لکھا ہے کہ وہ فتح مکہ کے بعد مکہ ہی میں سیدنا عثمان رضؓ کی خلافت تک مقیم رہے۔

(طبقات جلد ۵ صـ۳۳۱)

بعض لوگ یہ بھی کہتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مروان بن الحکم رضؓ کے والد کے لئے بد دعا اور لعنت کی تھی۔ لیکن ابن حجر عسقلانیؒ نے اسکی تردید کی ہے۔ چنانچہ انہوں نے ابن السکن کے حوالے سے لکھا ہے:

حکم پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا بد دُعا کرنا ثابت نہیں ہے۔ (اصابہ جلد ا صـ۳۴۵)

ابن اثیر اور دوسرے کئی ایک مؤرخین نے سیدہ عائشہ سلام اللہ علیہا سے ایک روایت نقل کی ہے بلکہ بخاری میں بھی یہ روایت ہے کہ جب سیدنا مروان رضؓ نے اکابر مدینہ کو جمع کر کے یزید بن معاویہ رضؓ کی ولی عہدی کی بات اُن کے سامنے پیش کی تو پُورے اجتماع میں سیدنا عبدالرحمٰن بن ابی بکر رضؓ نے کوئی چبھتی ہوئی بات کہی جس پر مروان رضؓ کو غصہ آ گیا اور سیدنا عبدالرحمٰن رضؓ اس اجتماع کو چھوڑ کر چلے گئے (بخاری جلد ۲ صـ۷۱۵) تو سیدہ عائشہ رضؓ نے سیدنا مروان رضؓ کو مخاطب کر کے کہا:

یا مروان! فاشهد ان رسول الله صلی الله علیه وسلم لعن اباک و انت فی صلبه

اے مروان! میں اس بات کی گواہی دیتی ہوں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تیرے باپ پر لعنت فرمائی تھی جب کہ تو اُسکی پیٹھ میں تھا۔ (اسد الغابہ جلد ۲ صـ۳۴)

یہ روایت مندرجہ ذیل وجوہات کی بناء پر غلط ہے:

١۔ روایت میں سیدہ عائشہ رضؓ گواہی دے رہی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم رضؓ پر لعنت کی تھی۔ سیدہ عائشہ سلام اللہ علیہا بعثت سے پانچ چھے سال بعد پیدا ہوئیں۔ ہجرتِ نبوی کے وقت ان کی عمر چھے سات سال تھی۔ روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم رضؓ پر لعنت اس وقت کی جب مروان رضؓ ابھی پیدا نہیں ہوئے تھے جیسا کہ مستدرک حاکم میں ہے:

لعن (رسول الله صلی الله علیه وسلم) ابا مروان و مروان فی صلبه

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مروان کے والد حکم پر لعنت کی جبکہ مروان ابھی انکی صلب میں تھے۔

(مستدرک حاکم جلد ۴ صفحہ ۴۸۱)

روایات سے ظاہر ہے کہ مروان رضؓ ۲ھ میں پیدا ہوئے۔ معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے حکم رضؓ پر لعنت ہجرت سے قبل ہی فرمائی ہوگی۔ اور ہجرت سے پہلے سیدہ عائشہ سلام اللہ علیہا کی عمر ہی کتنی تھی کہ وہ اس واقعہ کی گواہی دے رہی ہیں۔

۲۔ ایسی تمام روایات جن میں حکم رضؓ پر لعنت کے الفاظ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب منسوب کر کے منقول ہیں یا تو مجہول اور کذاب راویوں سے منقول ہیں یا وہ روایات منقطع ہیں۔

(ملاحظہ ہو تلخیص مستدرک حاکم جلد ۴ صفحہ ۴۸۱، میزان الاعتدال ذہبی جلد ا تحت احمد بن محمد الرشیدینی)

۳۔ بخاری اور رجال کی بعض کتابوں[1] میں سیدنا عبدالرحمن بن ابی بکر رضؓ سیدنا مروان رضؓ کے مابین گفتگو میں لعن طعن کے الفاظ بالکل مذکور نہیں ہیں جس سے معلوم ہوتا ہے کہ لعن طعن کے الفاظ بعد کے وضع کردہ ہیں، اور جن روایات میں لعن کے الفاظ ہیں وہ سیدہ عائشہ کی زبان سے ہیں اور ایسی روایات صحیح نہیں ہیں، چنانچہ علامہ ابن کثیر ایسی روایات کے بارہ میں فرماتے ہیں:

جن روایات میں یہ مروی ہے کہ سیدہ عائشہ رضؓ نے مروان رضؓ کو زجر و توبیخ کی اور ایک ایسی خبر دی جس میں اُن کے لئے اور اُن کے والد کے لئے مذمت کے الفاظ مرقوم ہیں وہ صحیح نہیں ہیں۔

(البدایۃ والنہایۃ جلد ۸ صفحہ ۸۹)

۴۔ یہ بات سیدہ عائشہ رضؓ نے اُس وقت بیان فرمائی جب یزید کی ولی عہدی کا معاملہ سیدنا مروان رضؓ نے اکابر صحابہ کے سامنے پیش کیا۔ اور یزید کی ولی عہدی کا واقعہ ۵۶ھ میں پیش آیا (طبری جلد ۴ صفحہ ۲۲۴) بلکہ مسعودی نے تو ۵۹ھ میں لکھا (مروج الذہب جلد ۳ صفحہ ۳۶، ۳۷) اور سیدنا عبدالرحمن کی وفات ۵۳ھ میں ہو چکی تھی وہ تو اس واقعہ کے وقت زندہ نہیں تھے (ملاحظہ ہو مستدرک حاکم جلد ۳ صفحہ ۴۷۵، المعارف لابن قتیبہ صفحہ ۲۶، تہذیب جلد ۶ صفحہ ۱۴۷)

لہٰذا اس روایت سے مروان رضؓ اور اُن کے والد پر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بددعا اور لعنت ثابت نہیں ہوسکتی۔

---

[1] ملاحظہ ہو البدایۃ والنہایۃ جلد ۸ صفحہ ۸۹، الاصابہ جلد ۲ صفحہ ۴۰۸، الاصابہ جلد ا صفحہ ۳۴۵ وغیرہم)

مستدرک حاکم میں ایک اور روایت سیدنا عبدالرحمٰن بن عوف سے مروی ہے کہ مروان بن الحکم رضؓ جب پیدا ہوئے تو انہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمتِ اقدس میں دعا و برکت کے پیش کیا گیا۔ آپ نے فرمایا :

هو الوزغ ابن الوزغ الملعون ابن الملعون .

یعنی یہ گرگٹ کا بیٹا گرگٹ ہے اور ملعون کا بیٹا ملعون ہے ۔ (مستدرک حاکم جلد ۴ صفحہ ۴۷۹)

یہ روایت بھی بالکل غلط ہے کیونکہ :

۱۔ سیدنا مروان رضؓ سنہ ۲ھ میں مکہ مکرمہ میں پیدا ہوئے۔ اُس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ طیبہ میں تھے۔ کیا ان کے والد مکہ سے مدینہ طیبہ انہیں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے دُعا و برکت کے لئے لائے تھے — ؟ جو کہ محال اور ناممکن ہے ۔

۲۔ سیدنا مروان رضؓ کے والد الحکم رضؓ اُس وقت تک تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر بھی ایمان ہی نہیں لائے تھے لہٰذا کافر ہونے کے ناطے وہ دُعا و برکت کے لئے انہیں حضور علیہ السلام کی خدمت میں کیسے پیش کر سکتے تھے ؟

۳۔ اس روایت کو اگرچہ حاکم نے صحیح کہا ہے لیکن روایت بالکل غلط ہے کیونکہ اس روایت کا ایک راوی مِنیار ہے جو کہ غالی شیعہ تھا۔ جس کی وجہ سے علماء نے اسکی حدیثوں سے انکار کیا ہے ۔

(ملاحظہ ہو تہذیب التہذیب جلد ۱۰ صفحہ ۳۹۷)

ابن ابی حاتم نے لکھا ہے کہ یہ صحابہ کے بارہ میں منکر روایات روایت کرتا تھا۔ اور کذاب تھا :

كان يكذب

وہ جھوٹ بولتا تھا ۔ (کتاب الجرح والتعدیل لابن ابی حاتم جلد ۴ صفحہ ۳۹۵)

۴۔ خود صاحب مستدرک حاکم نیشاپوری بھی شیعہ تھا اس وجہ سے اُس نے ایسی روایات اپنی کتاب میں خاص طور پر درج کی ہیں جن میں صحابہ کے بارہ میں مسلمانوں کے جذبات کو ٹھیس پہنچتی ہے ۔

مثال کے طور پر حاکم نے ایک روایت ابو برزہ اسلمی رضؓ سے نقل کی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تین ۳ قبیلوں کو ناپسند فرماتے تھے ۔

۱۔ ا۔ بنو اُمیہ ۲۔ بنو حنیفہ اور ۳۔ ثقیف

حاکم نے یہ روایت عبداللہ بن احمد بن حنبل سے اپنی کتاب میں نقل کی ہے ۔ حالانکہ مسندِ احمد میں ابو برزہ اسلمی رضؓ کی جو روایت نقل کی گئی ہے اس میں تین ۳ قبائل کا ذکر نہیں بلکہ دُو ۲ قبائل کا ذکر ہے ۔ (مسندِ احمد جلد ۴ صفحہ ۴۲۰)

بنو امیہ کے الفاظ حاکم نے معلوم ہوتا ہے بنو امیہ سے اپنے قلبی بغض کی وجہ سے بڑھا دیئے ہیں ۔ (باقی آئندہ)

بنی اُمیّہ اسلام سے پہلے اور اسلام کے بعد

بنی اُمیّہ کے اِمتیازات قبل اَز اِسلام

۱۔ مکہ اور اس کے نواح کا اقتدار ہمیشہ بنی اُمیہ کے پاس رہا۔

۲۔ خاندانی عزت، شرافتِ نسبی، وجاہتِ سیاسی، جرأت و لیاقت اور استقامت و شجاعت میں تمام عرب میں ممتاز و منفرد تھے۔

۳۔ فیاض، مہمان نواز اور عہد کے پابند تھے۔

۴۔ فنونِ حرب میں تمام عرب پر انہیں فوقیت حاصل تھی۔

۵۔ شعر و ادب، فصاحت و بلاغت، شعور و ابلاغ اور خطابت میں اپنا ثانی نہ رکھتے تھے۔

۶۔ عقل و خرد، فہم و فراست، تدبر و حلم، معاملہ فہمی میں قریش ان کا سکہ مانتے تھے۔

۷۔ مکہ کی حکومت انہی کے قبضہ میں تھی۔

۸۔ ابوسفیان روم میں قریش کے سفیر تھے۔

۹۔ قریش کا قومی عَلَم عقاب اُمویوں کے پاس تھا۔

۱۰۔ قبیلۂ قریش کی چار جنگیں دیگر قبائل سے ہوئیں۔
عکاظ (عکاظ) حربِ فِجار اول۔ حربِ فجار دوم۔ ذاتِ نکیف۔ حرب فجار دوم میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنے شباب پر تھے اور اپنے تایا جان جناب زبیر بن عبدالمطلب کی قیادت میں شریک جنگ ہوئے قریش کی تمام شاخیں الگ الگ گروپ بنا کر آئی تھیں۔ لیکن ان کا سپہ سالارِ اعظم بنی اُمیّہ کا مورثِ اعلیٰ حرب ابنِ اُمیّہ تھا۔

۱۱۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پھوپھی جان جنابہ اُمِ حکیم بیضاء جو جناب عبداللہ کے ساتھ جڑواں پیدا ہوئی تھیں۔ بنی اُمیہ کے بزرگ جناب کُریز بن ربیعہ بن حبیب بن عبدشمس سے بیاہی گئیں۔

۱۲۔ انھی پھوپھی صاحبہ کی دختر جنابہ اَروی بھی بنی امیہ کے سردار جناب عفان سے بیاہی گئیں۔

اسلام کے بعد کے امتیازات

۱۳۔ سب سے پہلی ہجرت حبشہ میں سیدہ ہندہ سلام اللہ علیہا کے بھائی سیدنا معاویہ راشد و عادل رضی اللہ عنہ کے حقیقی ماموں سیدنا ابو حذیفہ بن عتبہ بن ربیعہ اموی رضی اللہ عنہ نے ہجرت کی۔

۱۴۔ سیدنا عثمان بن عفان صلوٰۃ اللہ وسلام اللہ علیہ ہجرت حبشہ میں اپنی زوجہ مطہرہ سیدہ رقیہ کے ہمراہ مہاجر ہوئے

۱۵۔ دوسری دفعہ حبشہ سے مکہ واپسی ہوئی تو دوبارہ سیدنا عثمان اور سیدہ رقیہ حبشہ کی طرف مہاجر ہوتے۔

۱۶۔ کئی سال حبشہ میں قیام کر کے پھر تیسری مرتبہ سیدنا عثمان اور سیدہ رقیہ مدینہ طیبہ ہجرت کر گئے۔

۱۷۔ حضور رحمت کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

(تاریخ ہجرت میں) لوط علیہ السلام کے بعد عثمان پہلا انسان ہے۔ جس نے اہل وعیال سمیت ہجرت کی ہو!

۱۸۔ سیدنا ابوسفیان کی دختر بلند اختر سیدہ رملہ ام حبیبہ علیہا السلام نے ہجرت حبشہ کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اہلیہ ہونے کا شرف وامتیاز ملا اور حبشہ سے مدینہ ہجرت کی۔

۱۹۔ افضل الخلائق صلی اللہ علیہ وسلم کی دو نورانی بیٹیاں یکے بعد دیگرے حضرت عثمانؓ سے بیاہی گئیں (سیدہ رقیہؓ۔ سیدہ ام کلثومؓ)

۲۰۔ ارحم الناس صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عثمانؓ کے بارے میں فرمایا:

"اگر میری چالیس بیٹیاں ہوتیں اور موت اُنھیں اُلیتی تو میں عثمانؓ کو دیتا رہتا۔"

۲۱۔ حضور علیہ السلام نے شہزادۂ بنی اُمیہ سفیر رسول عثمانؓ کے قصاص کے لئے پندرہ سو صحابہ سے موت کی بیعت لی

۲۲۔ اپنے داہنے ہاتھ کو عثمانؓ کا ہاتھ قرار دیا اور اپنے دونوں ہاتھ ملا کر قصاص عثمانؓ کی بیعت کی۔

۲۳۔ مکہ میں رہنے والے اللہ اور اس کے دشمنوں مشرکین مکہ کے لئے عام معافی کا اعلان بھی بحکم رسول صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابوسفیانؓ نے کیا۔

۲۴۔ اتقی الناس واحکم الناس صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم وفیصلہ سے سیدنا ابوسفیانؓ کے گھر کو دار الامن قرار دیا گیا۔ سبحان اللہ۔ بیت اللہ بھی دار الامن اور بیت ابوسفیانؓ بھی دار الامن۔

ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَاءُ

۲۵۔ سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ نے قبل از اسلام کبھی حضورؐ کی نہ تو مخالفت کی نہ کسی جنگ میں سرکار کے خلاف نبرد آزما ہوئے۔

۲۶۔ سیدنا معٰویہ صلوٰۃ اللہ وسلام اللہ علیہ کو سید کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے کتابت وحی کے عظیم منصب پر تعینات کیا۔

۲۷۔ سید السادات والعبید صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدنا مُعٰویہ رضی اللہ عنہ کو مال غنیمت میں سے ۱۰۰ اونٹ اور ۴۰ اوقیہ چاندی عنایت کی۔ (غزوہ تبوک و حنین)

۲۸۔ مخبر صادق و مصدوق خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت مُعٰویہ سلام اللہ علیہ کو خلافت عادلہ و راشدہ کی تین مرتبہ بشارت دی۔

۲۹۔ احکم الناس و اتقی الناس محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدنا ابو سفیانؓ کو نجران کا والی مقرر فرمایا

۳۰۔ اور مکہ کا والی عتاب بن اسید کو امام اول سیدنا صدیق اکبر خلیفہ بلا فصل سلام اللہ و صلوٰۃ اللہ علیہ نے سیدنا ابو سفیانؓ کے بڑے فرزند ارجمند سیدنا یزید بن الخیر رضی اللہ عنہ کو شام کا حاکم و عامل بنایا۔

۳۱۔ امام ثانی عز الاسلام والمسلمین مراد رسول سیدنا عمر بن خطاب صلوٰۃ اللہ وسلام اللہ علیہ نے سیدنا یزید کی شہادت کے بعد سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہما کو شام کا عامل و والی بنایا۔

۳۲۔ ذو النورین ذوالہجرتین افضل الختنین ابن اخت رسول صلی اللہ علیہ وسلم سیدنا عثمان صلوٰۃ اللہ وسلام اللہ علیہ نے حضرت معاویہ کی ولائیت کو قائم رکھا بلکہ مزید علاقے بھی آپ کے ماتحت کر دیئے۔

۳۳۔ ولی کل مومن اتقی الصحابہ وانھل الصحابہ مرغوب رسول زوج بتول سیدنا علی صلوٰۃ اللہ وسلام اللہ علیہ نے فرمایا:

لَا تَكْرَهُوْا إِمْرَةَ مُعٰاوِيَه ۔ معاویہؓ کی امارت ناپسند نہ کرو۔

۳۴۔ امام خامس اشبہ بالنبی شہزادہ اہل بیت سیدنا حسن صلوٰۃ اللہ وسلام اللہ علیہ نے خلافت راشدہ سیدنا معاویہؓ کو عنایت فرمائی۔

۳۵۔ حسنین کریمین و شہیدین سیدنا حسن و سیدنا حسین صلوٰۃ اللہ وسلام اللہ علیہم دونوں بھائیوں نے برضا و رغبت امام ششم سیدنا سیدنا معاویہؓ کی بیعت کی۔

۳۶۔ سال میں دو مرتبہ حضرات حسنین کریمین دمشق تشریف لیجاتے تو سیدنا معاویہ انھیں اپنی جگہ پر بٹھاتے۔

۳۷۔ سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہما واحد امام ہیں جن پر پوری اُمت مجتمع ہوئی۔

۳۸۔ سیدنا معاویہ کی اجتماعی بیعت کے سال کو عام الجماعۃ کہا گیا۔

۳۹۔ امیر المومنین یزید بن سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ ——— کی بیوی سیدہ ام محمد مولا علی سلام اللہ علیہ کے سگے بڑے بھائی شہید اعظم سیدنا جعفر طیار ذوالجناحین صلوٰۃ اللہ وسلام علیہ کی سگی پوتی تھیں۔

۴۰۔ امام روح وجان سیدنا حسین رضی شہید کربلا صلوات اللہ علیہ کی زوجہ سیدہ ام لیلیٰ جناب یزید ابن معاویہ کی حقیقی پھوپھی کی دختر عرش مقام تھیں۔

۴۱۔ سیدہ اہلبیت علی شریکۃ الحسین سیدہ زینب بنت مولا علی کربلا کے حادثہ فاجعہ کے بعد یزید کے گھر اپنی سوتیلی بیٹی ام محمد کے پاس رہیں

۴۲۔ بیت یزید میں ان کا انتقال ہوا اور اُموی قبرستان میں دفن ہوئیں۔

ذٰلِكَ الْفَضْلُ مِنَ اللّٰهِ وَكَفٰى بِاللّٰهِ عَلِيمًا

۴۳۔ مسلمانوں کا سب سے پہلا سائنس دان حضرت خالد بن یزید بن معاویہ (رضی اللہ عنہم)

۴۴۔ عرب اور بیرون عرب میں جتنی تعمیرات ہیں، مساجد، مدارس، جامعات یہ تمام بنی اُمیہ کے ذوقِ لطیف کی یادگاریں ہیں۔

۴۵۔ بنی اُمیہ کے عہد گرامی میں عجمیت کو مسلمانوں میں در آنے کا کوئی موقع نہ ملا۔

ملاحظہ ہو:

۱۔ سیرت عثمان بن عفان = از ابو القاسم محمد رفیق دلاوری مرحوم

۲۔ سیرت عثمان بن عفان = سید نور الحسن بخاری رحمۃ اللہ علیہ

۳۔ سیرت عثمان بن عفان = مولانا سعید احمد اکبر آبادی رحمۃ اللہ علیہ

۴۔ بنی اُمیہ قبل از اسلام وبعد از اسلام:

البدایہ والنہایہ ج ۷ - ۸

شاہ بلیغ الدین

چیف جسٹس

ایک خلقت تھی کہ قاضی ابو عمر محمد کو رخصت کرنے بندرگاہ پر جمع تھی۔ تونس کی اس بندرگاہ سوس میں اس سے پہلے کبھی اتنے لوگ دیکھنے میں نہ آئے تھے۔ قاضی ابو محمد عمر جو شمالی افریقہ کے صدر قاضی یا آج کی اصطلاح میں چیف جسٹس تھے۔

سسلی کے جزیرے میں چیف جسٹس بن کر جا رہے تھے۔ یہ سنہ ۲۸۹ھ کی بات ہے۔ اس زمانے میں بنو اغلب شمالی افریقہ پر حکمراں تھے۔ قاضی صاحب نے جہاز پر سوار ہونے سے پہلے رخصت کرنیوالوں سے خطاب کیا۔ حمد و ثنا اور شکر یئے کے بعد اُنہوں نے کہا کہ ——— دیکھو! یہ میرا کمبل ہے اور یہ میرا کرتا ہے اس بڑے تھیلے میں میری کتابیں ہیں۔ یہ حبشن میری لونڈی ہے۔ اس کے پاس میرا ایک جبہ ہے اور ایک کمبل ہے بس یہ کل مال و متاع ہے جسے لیکر میں سسلی جا رہا ہوں۔ زندگی باقی رہی تو واپسی میں دیکھنا کہ میرے پاس کیا کیا مال و اسباب ہوگا۔

ہم لوگ بھی مسلمان ہیں۔ ہمارا ملک بھی اسلامی ہے۔ اسلام کا درد ہم کو بھی ہے اور ہم سے زیادہ سیاستدانوں کو! پچھلے چھتیس برس سے ہم نے تو لس یہ دیکھا کہ اس بدقسمت ملک میں ایسے ایسے لوگ کرسی پر بیٹھے کہ اپنے اپنے دورِ اقتدار میں انہوں نے حکومت کی زمینیں بیچیں، پرمٹیں بیچیں، لائسنس بیچے، ملک کا نام بیچا اپنی عزت بیچی صرف اس لئے کہ کمائی کر سکیں۔ خدا جھوٹ نہ بلوائے تو شائد ایک آدھ ہی اللہ کا بندہ ایسا بچا ہو جس نے کمائی نہ کی ہو! اللہ تو خیر جانتا ہی ہے۔ بہت سوں کا حال انگلستان کے بنک اور سوئٹزرلینڈ کے بنک بھی جانتے ہیں بات کرسی کی ہے ——— چاہے وہ کسی محکمہ کی کرسی ہو کہ کسی نیم سرکاری، سرکاری تجارتی ادارے یا کارپوریشن کی کرسی! روایت سب جگہ ایک ہی رہی ہے۔ کہتے ہیں کہ ہمارے پاس بھی اثاثوں کا اعلان کرنا پڑتا ہے۔ کب، کہاں، کیسے؟ تفصیل میں کیا جانا بس ابو عمر محمد کی باتوں نے ذہن کہیں سے کہیں پہنچا دیا۔

سسلی پہنچتے ہی قاضی صاحب کا شاندار استقبال ہوا۔ صاحبانِ علم اور بندگانِ خاص کی شہرت ہمیشہ اُن سے آگے رہتی ہے۔ نہ جانے یہاں اُن کے کتنے شاگرد اور عقیدتمند تھے۔ سیکڑوں کی تعداد میں وہ اُمڈ آئے۔ لوگ محبت اور عقیدت سے جمع ہوتے ہیں تو اس کا انداز ہی کچھ اور ہوتا ہے۔ مارے بھگائے نوکر شاہی کے ہنکائے ہجوم کا دوسرا رنگ ہوتا ہے۔ چیف جسٹس صاحب کو ایک بہت بڑے محل میں اُتارا گیا۔ انہوں نے کہا —— میاں! میں اس کا کیا کروں گا؟ مجھے تو ایک کونہ بس ہے کہ پڑا رہوں۔ میں تو دن بھر کچہری میں ہوں گا۔ رات کو سونے اور دو لقمے کھانے کی جگہ چاہیئے۔ بڑی کشمکش کے بعد آخر انہیں ایک چھوٹے مکان میں ٹھہرایا گیا۔ اُنہوں نے کہا —— ہاں! یہ جگہ ٹھیک ہے میں تو اللہ تعالیٰ کا ایک حقیر اور عاجز بندہ ہوں۔ بڑی بڑی عمارتیں تو دفتروں کے لئے ہی موزوں ہوتی ہیں

قاضی صاحب کے علم وفضل اور پرہیزگاری کا بہت جلد چرچا ہوگیا۔ اُن کی فراست و بصیرت اور بے لاگ عدل وانصاف پر لوگ جان دیتے تھے۔ تنخواہ کا موقع آیا تو اُنہوں نے ایک حبّہ تنخواہ نہ لی۔ بولے —— یہ انتظام تو میں پہلے ہی کر آیا ہوں۔ میری لونڈی حبشن سوت کاتے گی۔ میں اس کا ہاتھ بٹاؤں گا۔ اسی پہ ہماری گزر بسر ہوگی۔ مجھے تو ملک و ملت کی خدمت اللہ واسطے کرنی ہے۔

یہ نہیں معلوم کہ کتنا عرصہ گزرا لیکن ایک دن قاضی صاحب عدالت نہیں گئے۔ یہ غیر حاضری کا پہلا موقع تھا۔ لوگ انہیں دیکھنے گھر پہنچے ایک کوٹھڑی میں وہ کھرّی چارپائی پہ لیٹے ہوئے تھے۔ لوگ پہنچے تو اٹھ بیٹھے پھر بڑی محبت سے بولے کہ —— اب میں بوڑھا ہوگیا ہوں —— بہت بوڑھا! اب مزید خدمت نہیں کر سکتا۔ میں نے حکومت سے کہا ہے کہ اب مجھے اپنی ذمہ داریوں سے فارغ کر دیا جائے۔ الحمدللہ آج یہ اجازت مل گئی ہے اس لئے میں دفتر نہیں گیا۔

اِدھر سسلی کے لوگوں نے روتی آنکھوں سے اُنھیں رخصت کیا۔ اُدھر سوس والے اُن کے لئے چشم براہ تھے۔ وہاں پہنچے تو بولے —— دیکھ لو! جو ساتھ لے گیا تھا وہی سامان میرے پاس ہے اور کچھ نہیں!

تلخ و شیریں

کیا شہزادی شہر بانو سرائیکی تھی؟

مولانا عبدالحق چوھان

عبدالرحیم ملک کے زیر ادارت شائع ہونے والا ہفت روزہ "نوائے قومیت" رحیم یار خان اس وقت ہمارے پیش نظر ہے۔ ملک صاحب نے سرائیکی زبان کو تقدس آمیز کرنے کے لئے ایک بے سروپا کہانی تحریر کی ہے۔ اور اس کہانی میں ریحانۃ النبی سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کی رفیقۂ حیات کا نام بی بی شہر بانو تجویز کیا ہے اور اسی کے بطن سے سیدنا زین العابدین پیدا ہوئے اور ان خاتون کے متعلق انکی تحقیق یہ ہے کہ اس کا تعلق سرائیکی زبان سے تھا کیونکہ وہ ایران کے فرماں روا یزدگرد کی لڑکی تھی۔ اور یزدگرد کی اس لخت جگر کی ولادت جس خاتون سے ہوئی تھی وہ علاقہ ملتان کی سرائیکی زبان بولنے والی عورت تھی۔ ملک صاحب نے اس کہانی کی بنیاد جن قرائن پر قائم کی ہے۔ اُن کی حیثیت ذہنی تخیل سے اختراع کردہ افسانہ سے زیادہ کچھ بھی نہیں۔ یہ حقیقت اپنی جگہ ثابت ہے کہ بی بی شہر بانو کی کہانی ان لوگوں کی ذہنی اختراع ہے جنہوں نے اسلام کی حزب اختلاف تحریک سبائیۃ کی بنیاد رکھی۔ اور ان لوگوں نے اس کہانی کے ذریعہ ایرانی عوام کے غلام ذہن میں یہ تاثر پیدا کرنے کی کوشش کی ہے کہ مسلمان ہو جانے کے بعد بھی ہمارا رشتہ تخت کیانی سے منقطع نہیں ہوا بلکہ اب بھی ہم کسریٰ کے نواسوں کے توسط سے شاہ ایران کی رعیت میں شامل ہیں۔ ملک صاحب یزدگرد کے گھر میں سرائیکی عورت کی درآمدگی کی وجہ بتاتے ہوئے تحریر کرتے ہیں:

> ایرانی اور رومی تہذیب کا جوبن تھا۔ ایران اور دوسرے علاقوں سے زرطشت مذہب کے لوگوں (زرطشت مذہب کے لوگ آگ کی پوجا کرتے تھے) کا دور دورہ تھا۔ اوچ، ملتان۔ اور ٹھٹھہ میں قائم یونیورسٹیوں کی وجہ سے اس مذہب سے تعلق رکھنے والے شاہ یزدگرد کو ان علاقوں میں اعلیٰ مقام حاصل تھا۔ یزدگرد نے ملتان سے تعلق رکھنے والی ایک سرائیکی عورت سے شادی کر لی اس سرائیکی عورت کے بطن سے ایک لڑکی پیدا ہوئی جس کا نام شہزادی شہر بانو رکھا گیا۔

ملک صاحب یہ کہانی جس زمانہ کی بیان کر رہے ہیں اس وقت اِن علاقہ جات میں ہندو مذہب کو تسلط حاصل تھا

اور ظاہر ہے کہ ملتان - اوچ اور ٹھٹھہ میں قائم یونیورسٹیوں میں ہندو تہذیب کی تعلیم دی جاتی ہوگی۔ اب ان تعلیمی مراکز کی وجہ سے زرتشت مذہب کے پیروکار افراد کو تسلط کس طرح حاصل تھا؟ ملک صاحب کی یہ تمام تحریر لایعنی ہے اس لئے کہ یزدگرد کے گھر میں شہزادی بانو کے پیدا ہونے سے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے عقد نکاح میں اس کا آنا ثابت نہیں ہو جاتا۔

ملک صاحب اپنے دعویٰ کے ثبوت میں تحریر کرتے ہیں:

"سنہ ۱۴ھ کی بات ہے اس وقت حضرت عمرؓ کا دور تھا اور آپ کی سلطنت دور دراز علاقوں تک پھیلی ہوئی تھی۔ اس وقت ایران پر حملے کی تیاریاں ہو رہی تھیں۔ یزدگرد ایران پر متوقع حملہ کے پیش نظر ایران واپس چلا گیا۔ خلیفۂ وقت یعنی حضرت عمرؓ نے سعد بن ابی وقاص کو اسلامی فوج کا سپہ سالار بنا کر ایران روانہ کر دیا۔ تاریخ بتاتی ہے کہ جس وقت سعد بن ابی وقاص کے چاک و چوبند گھڑ سوار دستے نے دریا عبور کیا تو وہ ایک ہی سے سبک رفتاری سے دریا میں اُترے اور ایک ہی قدم سے دریا کے دوسرے کنارے پر پاؤں رکھا۔ زرتشت حکمران اسلامی سپاہ کے پر زور حملے کی طاقت کے سامنے نہ ٹھہر سکے اور بھاگنا شروع ہو گئے۔ اسلامی لشکر نے بھاگ جانیوالوں کے مال و اسباب پر قبضہ کر لیا اور کئی مردوں اور عورتوں کو گرفتار کر کے حضرت عمرؓ کی خدمت میں پیش کیا۔ قیدی خواتین میں بھاگ جانے والے یزدگرد کی لڑکی شہزادی شہر بانو بھی شامل تھی۔"

ملک صاحب کی یہ تحریر تاریخی حقائق کے اعتبار سے بالکل ہی غلط اور بے بنیاد ہے۔ پہلی بات تو یہ ہے کہ ملک صاحب کے بیان کے مطابق شاہ ایران حملے سے پہلے اپنے سسرال کے وطن میں تھا اور ایران پر متوقع حملے کے پیش نظر ایران واپس چلا گیا۔ تو قیاس اور دانشمندی کا اقتضاء یہ ہے کہ وہ اپنے اہل و عیال سسرال میں چھوڑ گیا ہوگا تاکہ وہ یہاں محفوظ رہ جائیں۔ اس لئے ان قیدی خواتین میں یزدگرد کی لڑکی شہر بانو ہرگز نہیں ہو سکتی اور اگر تاریخی روایات کے آئینہ میں اس واقعہ کا تجزیہ کیا جائے تو جو صورت حال سامنے آتی ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یزدگرد کو ملتان دیکھنا نصیب بھی نہیں ہوا چہ جائیکہ وہ ملتان کی ایک خاتون سے شادی کر لی ہو۔ اور اس علاقے میں اس کا اثر و رسوخ بھی قائم ہو۔ تاریخ بتاتی ہے۔ جیسا کہ خود ملک صاحب نے بھی تحریر کیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں نوشیرواں کا پوتا پرویز فارس کا تخت نشین تھا۔ اس کے مرنے کے بعد اُسکے بیٹے شیرویہ نے کل آٹھ ماہ حکومت کی۔ اس کے بعد اس کا بیٹا اردشیر ۷ برس کی عمر میں

تخت نشین تھا۔ لیکن ڈیڑھ سال کے بعد دربار کا ایک افسر اس کو قتل کر کے خود تخت نشین ہو گیا۔ چند روز کے بعد درباریوں نے اس افسر کو قتل کر کے جوان شیر کو تخت نشین کیا۔ وہ ایک سال کے بعد مر گیا۔ اب چونکہ خاندان شاہی میں یزدگرد کے سوا جو نہایت صغیر السن تھا کوئی مرد نہیں تھا۔ اس لئے درباری افسروں نے شاہی خاندان کی پوران نامی ایک عورت کو اس شرط پر تخت نشین کیا کہ یزدگرد جب سن شعور کو پہنچ جائیگا تو وہی تخت نشین ہوگا۔ جب یزدگرد سولہ (۱۶) سال کا ہوا تو اسکو تخت نشین کر دیا گیا۔ ظاہر ہے کہ تخت نشینی سے پہلے وہ افسرانِ دربار کی زیر نگرانی امور سلطنت کی تعلیم میں مشغول رہا ہوگا اور اس کے صغیر سن ہونیکی وجہ سے یہ تصوّر بھی نہیں کیا جا سکتا کہ وہ یہاں ملتان آیا ہوگا۔ اور تخت نشینی کے بعد اسکی زندگی کے شب و روز جس پریشانی اور زمانہ کی لکدکوبی میں گزرے ہیں۔ ان کے پیشِ نظر بھی اس کا ملتان آنا محال و ناممکن ہے۔ اختصار کے ساتھ اب ہم اسکی زندگی کے ان لمحات کا تذکرہ کرتے ہیں جو کہ تخت نشینی کے بعد پریشانی کے عالم میں گزرے ہیں۔ ملک صاحب نے حضرۃ سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کے جس معرکہ کا تذکرہ کیا ہے۔ اس کا پس منظر یہ ہے۔ جنگِ قادسیہ کیلئے حضرۃ عمر رضی اللہ عنہ نے حضرۃ سعد بن ابی وقاص کو سپہ سالار مقرر کیا اور انہوں نے پوری دانشمندی اور حربی امور کی مہارت کے باعث جب معرکۂ قادسیہ میں فتح حاصل کر لی تو ایرانیوں کی فوج نے بابل میں آ کر اقامت اختیار کر لی۔

حضرۃ سعد نے بابل پر حملہ کر کے اس کو بھی فتح کر لیا۔ ایرانی فوج وہاں سے بھاگ کر کوثی میں مقیم ہو گئی مسلمانوں نے وہاں بھی ان کا تعاقب کیا وہاں بھی مسلمانوں کو فتح حاصل ہوئی۔ اب مسلمانوں کی نگاہ انتخاب ایران کے دارالسلطنت مدائن پر تھی۔ ایرانیوں نے مدائن کی حفاظت کے انتظام کے تحت دریائے دجلہ کے تمام پل توڑ دیئے مسلمانوں نے اللہ تعالیٰ کے توکل پر دریائے دجلہ میں گھوڑے ڈالدیئے۔ اور اللہ تعالیٰ کی حفاظت سے دریا عبور کر لیا۔ ایرانیوں نے جب یہ حیرت انگیز واقعہ دیکھا تو پکار اُٹھے۔ دیوان آمدند۔ دیوان آمدند، اور بھاگ نکلے۔ البتہ ایرانی فوج کے سپہ سالار خرزاد نے تیراندازوں کے ایک دستہ کے ساتھ مفاہمت کی کوشش کی لیکن وہ بھی ناکام رہا۔ ان تمام معرکہ جات میں ایران کا حکمران یزدگرد خود شریک نہیں ہوا تھا۔ اور مسلمانوں کی ان کامرانیوں کے باعث حفاظت کے طور پر اس نے اپنے اہل و عیال اور شاہی خاندان کو حلوان روانہ کر دیا تھا اور مسلمانوں نے جب دریائے دجلہ عبور کر لیا تو وہ خود بھی حلوان چلا گیا۔ حضرۃ سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ بغیر کسی مداخلت کے اس حال میں شہر میں داخل ہوئے کہ ہر طرف سناٹا طاری تھا۔

تاریخ کی اس حقیقت سے ثابت ہوتا ہے کہ اس معرکہ میں شاہی خاندان کا کوئی آدمی گرفتار نہیں ہوا اور

نہ ہی شہزادی بانو۔ فتح مدائن کے بعد ایرانیوں نے جلولاء میں اپنی قوت مجتمع کرنی شروع کی۔ یہ شہر مدائن کے شمال میں دریائے دجلہ کے کنارے پر واقع تھا۔ ایرانیوں نے حفاظت کے لئے شہر کے گرد خندق کھودلی۔ مسلمانوں نے شہر کا محاصرہ کرلیا اور دو مہینے اور دس یوم تک محاصرہ قائم رہا۔ آخرکار ایک خفیہ راستہ کے ذریعے مسلمانوں نے شہر میں داخل ہو کر شہر پر قبضہ کرلیا۔ یہاں بھی ایرانی فوج کا سپہ سالار خرزاد تھا جو کہ رستم کا بھائی تھا یزدگرد کو جب جلولاء کی شکست کا حال معلوم ہوا تو حلوان چھوڑ کر رے چلا گیا۔ اب اس معرکہ میں بھی شاہی خاندان کا کوئی آدمی گرفتار نہیں ہوا۔ رے کے بعد وہ اصفہان چلا گیا۔ پھر کرمان اور کرمان سے خراسان پہنچا اور یہاں مرو میں اقامت اختیار کرلی۔ یہاں اس نے کئی دن عیش و آرام کی زندگی بسر کی۔ انہی ایام میں ممالکِ محروسہ میں ایرانیوں نے بار بار بغاوت کی کوشش کی۔ حضرۃ عمر رضی اللہ عنہ نے ایک مجلس مشاورۃ طلب کی اور اس امر پر مبادلہ خیال ہوا کہ ممالکِ مفتوحہ میں بار بار بغاوت کیوں ہوتی ہے ارکانِ شوریٰ نے اس رائے کا اظہار کیا کہ جب تک یزدگرد ایران کی حدود میں مقیم ہے اس وقت تک یہ فتنہ فرو نہیں ہو سکتا۔ اس لئے کہ جب تک ایرانیوں کو یہ خیال رہے گا کہ تختِ کیانی کا وارث موجود ہے اس وقت انکی اُمیدیں منقطع نہیں ہو سکتیں۔ اسی رائے کی بناء پر حضرۃ عمر رضی اللہ عنہ نے متعدد علَم تیار کئے اور ملک کے مختلف اطراف کی طرف عساکرِ اسلامی روانہ کئے ان میں ایک لشکر احنف بن قیس کے ماتحت تھا اور اُنکو خراسان کا علَم عنایت ہوا۔ احنف نے ۲۳ھ میں خراسان کا رخ کیا اور ھرات کو فتح کرتے ہوئے مرو شہجہاں کی طرف بڑھے اور یہاں یزدگرد مقیم تھا جب یزدگرد کو یہ اطلاع ملی تو وہ وہاں سے بھاگ نکلا اور مرو روز میں جاکر اقامت اختیار کرلی اور مختلف اطراف کے شاہانِ عجم سے امداد کا طالب ہوا۔ احنف بھی اس کے پیچھے مرو روز کی طرف روانہ ہوئے اور وہ وہاں سے بھاگ کر بلخ روانہ ہوگیا۔ حضرۃ احنف نے بلخ پر حملہ کیا۔ یزدگرد یہاں سے شکست خوردہ ہو کر دریا عبور کرکے خاقان کے پاس چلا گیا تو اس نے بڑی عزت و توقیر کی۔ احنف اور خاقان کا بھی مقابلہ ہوا۔ لیکن خاقان میدان چھوڑ کر بھاگ گیا اور اس کے بعد یزدگرد خاقان کے پاس فرغانہ میں مقیم ہوگیا۔ اور حضرۃ عمر رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں یہیں مقیم رہا۔ اور حضرۃ عثمان رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں کس مپرسی کی حالت میں مقتول ہوا۔

اِن تمام تاریخی روایات سے یہ بات بالکل ہی واضح ہو جاتی ہے کہ حضرۃ عمرؓ کے دورِ خلافت میں یزدگرد کے خاندان کی کوئی لڑکی گرفتار نہیں ہوئی۔ لہٰذا ملک صاحب کا یہ تحریر کرنا کہ :

"قیدی خواتین میں بھاگ جانے والے یزدگرد کی لڑکی شہزادی شہربانو بھی شامل تھی"!

بالکل ہی غلط اور خلافِ واقعہ ہے۔ اس کے بعد ملک صاحب تحریر کرتے ہیں:

"شہر بانو کی شادی کا مسئلہ پیش ہوا تو شادی کے خواہشمند ساڑھے سات صد افراد نے شہزادی شہر بانو سے شادی کرنے کا خواہش کا اظہار کیا۔ ان سات صد افراد میں حضرۃ عمرؓ کا فرزند بھی شامل تھا جو شہر بانو سے شادی کرنا چاہتا تھا لیکن خلیفۂ وقت نے فیصلہ کیا کہ شہر بانو ایسی شہزادی کا عقد صرف اور صرف شہزادے حضرۃ امام حسین علیہ السلام سے ہی ہو سکتی ہے چنانچہ بی بی شہر بانو حضرۃ امام حسین کی زوجۂ اطہر ٹھہریں اور آپ کے بطن سے حضرۃ امام زین العابدین پیدا ہوئے۔"

ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ملک صاحب نے دورِ فاروقی کو بھی پیپلز پارٹی کا دورِ اقتدار سمجھا ہے۔ آپکی تحریر سے معلوم ہوتا ہے جیسے کسی دفتر کی آسامی خالی ہونے پر امیدواروں کی ایک فوج ظفر موج ہاتھوں میں درخواست لیکر متعلقہ دفتر میں پہنچ جاتی ہے۔ یہاں بھی وہی صورتحال ہے پہلی بات تو وہی ہے کہ گرفتاری کا واقعہ ہی بالکل غلط ہے اور شادی کے ان اُمیدواروں کی فہرست بھی وضعی ہے۔ اور اگر حقیقت کے آئینہ میں دیکھا جائے تو فتح مدائن کے وقت یزدگرد کی لڑکی کا وجود ہی فرضی معلوم ہوتا ہے اس لیئے کہ فتح مدائن کے وقت یزدگرد کی اپنی عمر سولہ ۱۶ سال تھی۔ اب اس سولہ سالہ لڑکے کے دختر کا وجود کہاں ہوگا۔ کیونکہ معرکہ قادسیہ اور فتح مدائن کے واقعات یزدگرد کے تخت نشین ہونے کے بعد متصل ہی وجود پذیر ہوئے تھے اور اگر بالفرض ان تمام غلط مفروضات کو تسلیم کرلیں اور شہزادی بانو کی شادی خانوادۂ نبوت کے معزز گھرانے میں کسی شہزادے سے کرنی تھی تو اس کے لیئے موزوں حضرۃ حسن رضی اللہ عنہ تھے نا کہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ۔ کیونکہ حضرۃ حسین رضی اللہ عنہ کی ولادت ۵ھ میں ہوئی تھی۔ کیونکہ آپکی شہادت کا دل گداز واقعہ ۶۱ھ کو ہوا ہے اور اس وقت آپکی عمر ۵۶ سال تھی۔ تو اس حساب سے ۱۴ھ میں انکی عمر ۹ سال کی ہوگی اور حضرۃ حسن رضی اللہ عنہ اُن سے بڑے ہیں اور باوجود اسکے کہ حضرۃ حسین رضی اللہ عنہ حد سے زیادہ حسین تھے لیکن حضرۃ حسنؓ کا حُسن اُن سے فائق تھا کیونکہ حضرۃ حسن رضی اللہ عنہ کا چہرہ مبارک نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرۂ انور سے مشابہ تھا۔ اسلیئے شادی کیلیئے موزوں ترین رشتہ شہزادہ حسن تھا نہ کہ حضرۃ حسین رضی اللہ عنہ۔ لیکن سبائیوں نے اس روایۃ کے وضع کرنے میں اپنے مذہبی جذبات کا مظاہرہ کیا ہے وہ اس طرح کہ حضرۃ حسن رضی اللہ عنہ نے حضرۃ معاویہ رضی اللہ عنہ سے مصالحت کر کے اُن کے حق میں خلافت سے دستبرداری اختیار کرلی اور اُمت کو ایک امام پر مجتمع کرلیا۔ حضرۃ حسن رضی اللہ عنہ کا یہ اقدام تحریک سبائیت کے

مقاصد کے بالکل خلاف تھا اس لئے انہوں نے آپ سے انتقام لیا اور شاہ ایران کے خاندان سے بھی حضرت حسینؓ کی رشتہ داری فرضی بنائی اور سلسلۂ اِمامت بھی حضرت حسینؓ کی اولاد میں مقرر کیا۔

اس کے بعد تحریر کرتے ہیں :

” چونکہ بی بی شہر بانو ملتان میں اپنے والد کے ہمراہ رہ چکی تھیں اور انکی زبان سرائیکی تھی اس لئے حضرت امام زین العابدین نے اپنی آنکھ سرائیکی زبان بولنے والی بی بی شہر بانو کی گود میں کھولی آج تک مرثیہ۔ نوحہ۔ اور بین جو ہم تک پہنچا اس کی تاثیر اور رتبہ اور انداز بیان جو سرائیکی زبان کی چاشنی میں ہے کسی اور زبان میں نہیں پایا جاتا۔ آج پورے سندھ اور پنجاب میں سرائیکی ذاکرین عظام نوحہ، مرثیہ۔ اور بین کرتے چلے آرہے ہیں اور اس کا طرز بیان ایک امر ہو چکا ہے اس میں تبدیلی نہیں آسکتی۔ چنانچہ اس حقیقت کے پیش نظر اس بات کو مزید تقویت ملتی ہے کہ واقعہ کربلا کے اصل راوی حضرت سیدنا امام زین العابدین بھی شام کی قید کا منظر حالات و واقعات معرکہ کربلا اسی زبان میں بیان کیا ہوگا۔ کیونکہ اصل سے نقل ضرور ملتی ہے کبھی نقل اصل نہیں ہوتا اور یہ بھی نہیں ہوسکتا کہ واقعہ کربلا کی ادائیگی عربی میں بیان کی گئی ہو اور ہم نے اسے سرائیکی میں ڈھب کرلیا ہو کسی واقعہ کو اپنے سامنے دیکھنے والا ہی اسے اپنے بین اور مرثیوں میں پُرتاثیر طریقے سے بیان کرسکتا ہے یہ نہیں ہوسکتا کہ کوئی سُنی سنائی بات کو اتنے پُردرد اور اثرانگیز طریقے سے دوسری زبان میں بیان کرے۔ قاری و حفاظ نے قرآن مجید کا جو بین سرائیکی زبان کے انداز میں تاثیر اور طریقے اور چاشنی کے پیش کیا ہے دوسری زبان والوں کو یہ درجہ حاصل نہیں ہوسکتا “

ملک صاحب کے اس طویل اقتباس کو ایک بار پھر تعمق اور غور و فکر کی نظر سے مطالعہ کریں۔ اس اقتباس سے یہ نتیجہ حاصل ہوتا ہے کہ مجالس عزا میں کذاب ذاکرین جو مرثیہ خوانی کرتے ہیں اُن کے اصل راوی اِمام زین العابدینؒ ہیں اور انہوں نے بھی سرائیکی زبان میں مرثیہ خوانی کی تھی ہم ملک صاحب سے با ادب ہوکر پوچھتے ہیں کہ امام مذکور نے یہ مرثیہ خوانی سرائیکی زبان میں کن لوگوں کے سامنے کی۔ آپ کا خاندان تو عربی اللسان تھا انہوں نے یہ ابیات کیسے سمجھی ہوگی ۵

یار من ترکی و من ترکی نمی دانم، والا معاملہ ہوگا اور ایسی نادرہ روزگار شخصیت سے یہ امر بالکل ہی بعید ہے کہ سامعین کی زبان دوسری ہو اور یہ ان سے دوسری زبان میں گفتگو کریں۔ اور شام کی قید کا انکشاف بھی ملک صاحب کی اپنی اختراع

ہے اور قرآن مجید اور احادیث نبویہؐ سے تو یہ بات واضح ہوجاتی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے مقرب اور خاص بندے مصیبت کے وقت جزع و فزع نہیں کرتے اور امام صاحب کا لقب ہی زین العابدین ہے انکی شان ارفع سے یہ امر بعید ہے کہ وہ مصیبت کے وقت موجودہ زمانہ کے کذاب ذاکرین کا طریقہ اختیار کریں۔ البتہ ہمیں ملک صاحب کی اس بات سے اتفاق ہے کہ موجودہ کذاب ذاکرین کے بین کی ایجاد ہی سرائیکی زبان میں ہوئی ہے اس لئے نہیں کہ حضرۃ علی بن حسینؓ نے سرائیکی میں یہ مرثیہ خوانی کی تھی بلکہ اس لئے کہ یہ رسم بد ان ذاکرین ہی کی ایجاد کردہ ہے ہاں تاریخی اعتبار سے انکا یہ دعویٰ غلط ہے اس لئے کہ صدر اسلام میں شہادت حضرۃ حسینؓ کے بعد اس طریقے کی مجالس کا وجود ہی نہیں تھا۔ بلکہ یہ رسم بد ماہی گیروں کے خاندان سے تعلق رکھنے والے آل بویہ کے رکن معز الدولہ نے اپنے دور اقتدار میں ۳۵۱ھ کو بغداد میں ایجاد کی ملک صاحب سے یہ سوال بھی ہوسکتا ہے کہ اگر آپ کی ہی تحقیق کے مطابق بین کی ایجاد سرائیکی زبان میں ہوئی ہے تو پھر ان کو مرثیہ اور نوحہ کیوں کہتے ہیں؟ یہ تو خالص عربی زبان کے لفظ ہیں اور ان سے یہ مطالبہ بھی ہے کہ وہ کسی مستند تاریخ سے سیدنا علی بن حسین یعنی زین العابدین کے سرائیکی زبان کے مراثی کی نشاندھی کریں اور پھر ملک صاحب کے علمی ذوق کی داد دیجئے کہ آپ فرماتے ہیں کہ:

"قرآن مجید کا جو بین سرائیکی زبان کے انداز میں تاثیر اور طریقے اور چاشنی نے پیش کیا ہے دوسری زبان والوں کو یہ درجہ حاصل نہیں ہوسکتا۔"

یہ قرآن مجید تو نہ ہوا بلکہ خواجہ صاحب کا دیوان یا لطف علی کی سیف الملوک ہے ایک آدمی جب عربی لغت اور زبان سے واقف ہی نہیں اس کو کیا معلوم کہ عربی بلاغت و فصاحت میں کیا اثر اندازی کا وصف ہے۔ اس پر مزید تحریر کرنے کی بجائے ہم ملک صاحب کے متعلق ایک شعر پر اکتفاء کرتے ہیں:

زاغ چوں فارغ ز بوئے گل بود
نفرتش از صحبت بلبل بود

لیڈری: بینک بیلنس، بیوک، بنگلہ، بیگمات
کتنی مہنگی لیڈری ہے آج کل!
واہ ٹیکسلا فد ٹریفک کا کمال!
ہر سڑک تیری گلی ہے آج کل

——— (حمید لاھوری)

حافظ صفوان محمد
بہاولپور

بیادِ امیرِ شریعت

شبِ سیاہِ غلامی میں نور کی قندیل

برصغیر کے ایک بہت بڑے مستشرق نے ایک بار آخرت کے لئے اپنے زادِ راہ کے بارے میں کہا تھا۔ "جب اللہ مجھ سے یہ پوچھے گا کہ دنیا میں آخرت کے لئے کیا سامان کیا تو میں کہوں گا کہ حالیؔ سے مسدس حالی (مدّ وجزرِ اسلام) لکھوا کر لایا ہوں" مدّ وجزرِ اسلام کا اسم بامسمّی ہونا قطعاً لاریب ہے لیکن جب یہی سوال مجھ سے ہوتا تو میرا جواب یہ ہوگا۔ "اے اللہ! میں نے شاہ جیؒ کی صحبت اگرچہ نہیں پائی لیکن اُن کے مشن کو حق سمجھا، ان کے افکار پر غور وفکر اور انکے ارشادات پر عمل کرنے میں اپنی سی سعی ضرور کی۔

یہ تقریباً ساٹھ برس اُدھر کی ایک بہت خاموش وسطِ شب کا واقعہ ہے کہ فضاء اچانک نعرہ ہائے تکبیر اور نعرہ ہائے رسالت کی فلک شگاف صداؤں سے لرز اُٹھی پھر اہلِ لاہور نے دس بارہ ہزار افراد کے ایک ہجوم کو باغبان پورہ کی طرف بڑھتے دیکھا۔ اسی ہجوم پر ایک نظر ڈالنے سے نگاہ چمکتی ہوئی بڑی بڑی آنکھوں، سُرخ وسفید نُورانی چہرہ، مُنگی داڑھی اور لمبے بالوں والے ایک کھدّر پوش بُزرگ پر جا کر رُک جاتی تھی۔ یہ سیّد عطاء اللہ شاہ بُخاریؒ تھے جو ابھی چار گھنٹے قبل نمازِ عشاء پڑھانے کے بعد لوگوں سے چند باتیں کہنے کے لئے کھڑے ہوئے تھے اور پھر دیکھتے ہی دیکھتے یہ تھوڑے سے لوگ ایک بڑے مجمع میں بدل گئے۔ بات انجینئرنگ کالج لاہور کے پرنسپل سے متعلق تھی جس پر الزام تھا کہ وہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی شانِ عالی میں گستاخی کا مرتکب ہوا ہے۔ پرنسپل کی اس مذموم حرکت پر چند غیور مسلمان طلبہ مشتعل ہو گئے۔ اور اس اشتعال نے بڑھتے بڑھتے چند ہی روز میں ایک بڑی تحریک کی صورت اختیار کر لی جس کی قیادت کی پاداش میں مولانا احمد علی لاہوریؒ اور مولانا داؤد غزنویؒ کو گرفتار کر لیا گیا تھا۔ یہ رات کے کوئی ایک بجے کا عمل ہو گا جب ناموسِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر مدلّل اور متنوع تقریر لوگوں کو بار بار رُلا اور تڑپا رہی تھی۔ پھر یہ مجمع اچانک اُٹھ کھڑا ہوا۔ طے یہ پایا تھا کہ نمازِ فجر کالج کے سامنے ادا کی جائے اور وہیں سے ناموسِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی حفاظت کے لئے اپنا فرض ادا کرنے کا آغاز کیا جائے۔

کہنے والے کہتے ہیں کہ انسانوں کے اِس ٹھاٹھیں مارتے دریا میں کوئی بھی شخص ایسا نہ تھا جس کے قدم انجینئرنگ

کالج کی بجائے اپنے گھر کی طرف اُٹھے ہوں۔

امیرِ شریعت حضرت سید عطاء اللہ شاہ حسینی قادری بخاری رح جنہیں چاہنے والے شاہ جی اور ماننے والے مجدد خطابت، سلطان المتکلمین، امام المجاہدین، سید الاحرار اور مؤسس تحریک تحفظِ ختم نبوت کہتے تھے۔ یکم ربیع الاول یعنی چاند رات ۱۳۱۰ھ مطابق ۲۳ ستمبر ۱۸۹۱ء کو جمعہ کی سحر ہندوستان کے صوبہ بہار کے شہر پٹنہ میں پیدا ہوئے۔ ددھیال سے عطاء اللہ اور ننھیال سے شرف الدین احمد نام تجویز ہوا۔ والد گرامی کا نام سید ضیاء الدین اور دادا کا نام سید نور شاہ تھا۔ نسب نامہ چھتیسویں پشت میں حضرت سیدنا حسن مجتبیٰ رضی اللہ عنہ سے جا ملتا ہے۔ آپ کے خلف الرشید حضرت سید ابو معاویہ ابو ذر بخاری مدظلہ العالی کی تالیف "سواطع الالہام" کے مطابق آپ کے خاندان میں سید الاولیاء حضرت سید عبد القادر جیلانی رح اور سید محمد شاہ جیسے جلیل القدر بزرگ ہو گزرے ہیں۔ ایک اور خدا رسیدہ بزرگ سید عبد الرسول تھے جن کے بارے میں مؤرخ کشمیر منشی محمد الدین فوق نے لکھا ہے: "تقویٰ کا یہ عالم تھا کہ مرغی کا انڈہ اور مرغ صرف اس لئے نہیں کھاتے تھے کہ یہ دانہ دُنکا لوگوں کے گھروں میں بھی جا کر کھالیا کرتے ہیں۔" شاہ جی کی والدہ محترمہ سیدہ فاطمہ اندرابی کا شجرہ حضرت خواجہ باقی باللہ رحمۃ اللہ سے جا ملتا ہے۔

۱۹۱۴ء تک آپ نے قرآن پاک کے حفظ کے ساتھ ساتھ صرف و نحو اور فقہ کی بعض کتب کی تعلیم مکمل کی۔ اسی سال آپ کا عقد آپ کے والد کے چچیرے بھائی سید مرتضیٰ شاہ کی دُختر گرامی سے ہوا۔ ۱۹۱۵ء میں آپ نے امرتسر کو مستقر بنالیا اور حضرت پیر مہر علی شاہ صاحب گولڑوی رحمۃ اللہ سے بیعت ہوئے۔ اور تادمِ واپسیں حضرت سے تعلق رہا۔ آغازِ تعلق کے ایام کے بارے میں فرماتے تھے کہ: "اس زمانہ میں بے حد وظائف کرتا تھا۔ طبیعت میں بہت جلال تھا۔ جب کہیں گزرتا تھا تو درخت اور دیواریں پیچھے ہٹتی نظر آتی تھیں۔" اسی زمانہ میں شاہ جی حضرت مولانا غلام مصطفیٰ قاسمی کے درس میں شامل ہوئے۔

شاہ جی کے قرآن پڑھنے کا انداز جب عام ہوا تو لوگ انہیں شبینوں پر بلانے لگے۔ گھروں سے نکل کر آواز گلی کوچوں پھر بازار تک آن پہنچی۔ آخر وہ وقت آگیا جب لوگوں نے حضرت قاسمی کو مجبور کیا کہ وہ سید عالی کو کھلے میدان میں تقریر کی اجازت دیں۔ چنانچہ پہلی تقریر اندرون گلوالی دروازہ بازار کمہاراں امرتسر میں ہوئی۔ ایک اور صاحب آپ کو نواحی قصبہ سلطان ونڈ لے گئے۔ ۱۹۱۹ء میں کوچہ جیل خانہ کے لوگ بہم اصرار سے آپ کو امامت کے لئے لے گئے۔

فرمادی کہ آپ ہال بازار کی مسجد خیرالدین میں حضرت مولانا نوراحمدؒ اور حضرت مفتی محمد حسن سے سبق جاری رکھیں۔ دسمبر ۱۹۱۹ء میں مولانا شوکت علیؒ کی صدارت میں خلافت کانفرنس امرتسر کے گول باغ میں منعقد ہوئی جس میں پہلی مرتبہ سید عالیؒ نے سیاسی تقریر کی۔ حاضرین اس درجہ متاثر ہوئے کہ کمیٹی کے لئے دس لاکھ روپے چندہ جمع ہوگیا۔ یہ وہ وقت تھا جب ہندوستانی خفیہ پولیس کی جانب سے تیار کردہ ایک فتویٰ پر مشرقِ وسطیٰ اور ہندوستان کے مقتدر علماء سے اس مضمون کے دستخط حاصل کئے گئے تھے کہ آلِ عثمان خادم حرمین شریفین ہونے کے باوجود برطانوی استعمار سے برسرِ جنگ ہونے کی وجہ سے دائرہ اسلام سے خارج اور کافر ہیں۔

رولٹ ایکٹ کی وجہ سے ملک کی سیاسی فضا میں ایک گونہ ارتعاش اور حدت پیدا ہوئی جس سے متاثر ہوکر مسلمانانِ ہند نے جنگِ آزادی ۱۸۵۷ء کے بعد پہلی مرتبہ اپنے جیالے رضاکار اور بہترین دماغ پروانہ وار فدا کردیئے۔ چند ہی یوم میں یہ عوامی تحریک محلات اور کوٹھیوں سے جھونپڑیوں، مساجد، پاٹھ شالاؤں اور گوردواروں تک پھیل گئی۔ ایسے ہمہ گیر جذباتی دور سے ناممکن تھا کہ سید عالیؒ متاثر نہ ہوتے۔ جوانی کا عالم تھا، قدرت نے خوش روئی کے علاوہ خوش گلوئی کی نعمت بھی ودیعت کر رکھی تھی۔ چنانچہ ۱۹۱۲ء اور ۱۹۱۹ء کا واعظ اور خطیب تمام آسائشوں کو تیاگ کر میدانِ عمل میں اس بے جگری سے کود پڑا کہ ماضی قریب بعید کے بزرگانِ عظمت و استقلال کی درخشندہ تاریخ کو ایک نعرۂ عشق سے روشن اور اجاگر کردیا۔ مولانا سید محمد داؤد غزنویؒ محلے کی مسجد سے اٹھا کر انہیں سیاست کی سٹیج پر لے آئے اور ابھی چند ماہ نہ گزرے تھے کہ حضرت شاہ جیؒ کی شہرت اکنافِ ہند میں پھیل گئی۔

سیاسی اور اصلاحی مدوجزر میں وہ کون سا مقام آیا جہاں کلمۂ حق کو ببانگِ دہل بلند کرنے کی حاجت ہوئی اور یہ شیرِ خدا نتائج سے بےخبر بےنیاز ہوکر وقت کے فراعنہ اور نماردہ سے نبردآزما ہونے کے لئے سب سے اونچے مقام پر نہ دیکھا گیا ہو۔ آزادی کی جنگ ہو یا انگریز کی اسلام دشمنی کے خلاف جہاد، سردارِ دوجہاں صلی اللہ علیہ وسلم کی ناموس پر حملوں کے خلاف صدائے احتجاج بلند کرنا ہو یا بدعات کے خلاف تحریک۔ حضرتؒ کا عمل سرفروشی کے لباس میں معاصرین میں سب سے زیادہ افضل اور مؤثر نظر آتا ہے۔ فتنۂ شاتمِ رسولؐ راج پال ہو یا مغلپورہ ایجی ٹیشن، کوئٹہ کے مفلوک الحال زلزلہ زدگان کی امداد ہو یا بےکس و مظلوم مسلمانانِ کشمیر پر ڈوگرہ شاہی مظالم، انتخابات کی سرگرمیاں ہوں یا تحفظِ ختمِ نبوۃ کے لئے جان کی بازی، غرض ہر مقام اور ہر منزل پر سید عالیؒ

سالارِ قافلہ کی حیثیت سے رجز خوانی کرتے ملے۔ اور ساتھیوں اور جانبازوں کے مقابلہ میں زیادہ سے زیادہ سزا کو ہنستے ہوئے قبول کرتے نظر آئے۔ وہ ایک ایسا بے باک اور مضطرب دِل لے کر آئے تھے کہ اسلام اور مسلمانوں کی ہر مُصیبت کے وقت بے تاب ہو جاتا۔ ان کی آواز اتنی پُردرد تھی کہ برِصغیر اور بلادِ اسلامیہ کے لئے بے اختیار بلند ہو جاتی۔ ظلم کے خلاف انکی آواز اس قدر پُر اثر تھی کہ اُن کی اُن میں صورِ اسرافیل بن جاتی۔ اُنکھیں عالمِ اسلام کی ہر تکلیف پر اشک آلود ہو جاتیں۔ ناممکن تھا کہ مظلوم کو شکنجہ میں جکڑا دیکھ کر خاموش رہیں۔ وہ قوم کی تکلیف پر خود روتے اور دوسروں کو رُلاتے تھے۔ انہوں نے مصر، ترکی، حجاز الغرض ہر خطہ کے مسلمانوں پر ظلم کے خلاف آواز بلند کی اور اُن کے مصائب و آلام پر نوحہ خواں ہوئے۔

۱۹۲۱ء میں مسجد خیر الدین میں ایک تقریر کرنے کی پاداش میں تین برس کے لئے میانوالی جیل میں بھیجے گئے جس کے بعد ریل سے جیل اور جیل سے ریل کا وہ لامتناہی سلسلہ شروع ہوا جو مُسلسل چالیس؟ برس تک جاری رہا۔ آپ کے مِشن میں پیدل سفر سے لے کر اونٹ، گھوڑا، گدھا، بیل گاڑی، چھکڑے، موٹر کار، ریل اور بس سب کے سب استعمال ہوئے۔ آپ نے ہمیشہ تھرڈ کلاس کے سفر کو پسند فرمایا۔

زورِ خطابت کا جب تذکرہ ہوتا ہے تو ہمارے زمانے کے لوگ شیکسپیئر کے ڈرامہ جولیس سیزر میں انتونی کی تقریر پر سر دُھنتے نظر آتے ہیں۔ معلوم نہیں کہ اس تقریر کا حقیقت میں کتنا اثر ہوا تھا، لیکن سب اپنے اور غیر بارہا اس بات کا مشاہدہ کر چکے ہیں کہ ناموافق ماحول میں جب کبھی سیّد عالیؒ تقریر کے لئے کھڑے ہوئے، عوام کے غم و غُصہ کو نعرہ ہائے تحسین و آفرین میں بدل دیا۔ جو لوگ جوتے لے کر آئے تھے۔ اپنی جیب سے آخری پائی تک نچھاور کر بیٹھے۔ جو کفر کا فتویٰ صادر کر چکے تھے۔ پھر ان کے ہاتھ تا حیات دُعا کے لئے اُٹھے رہے۔ ایک بار سیّد عالیؒ نے فرمایا: "میں وہاں چلا جاؤں گا جہاں سے لوٹ کر کوئی نہیں آیا۔ پھر تم مجھے پُکارو گے لیکن تمہاری آواز تمہارے ہی کانوں سے ٹکرا کر تمہیں ہلکان کر دے گی۔ مگر تم مجھے نہ پا سکو گے؟" تو چاہنے والے زمین پر لوٹتے اور دھاڑیں مارتے تھے۔ بعض کمزور دِل عشاق کے بارے میں سُنا کر پھر پلنگ کی پٹی سے ایسے لگے کہ لوگوں نے ہی اُٹھایا۔ حقیقت یہ ہے کہ شاہ جیؒ دِماغوں اور دِلوں کے حکمران تھے، وہ واحد شخص تھے جو سیاسی اقتدار، جماعتی رقابت اور تنظیمی خطوط کے بغیر اپنی ذات میں ایسا جادو رکھتے تھے کہ لوگ فقط ایک اشارہ پر سر دینے کو تیار ہو جاتے۔ بخاریؒ کی تقریر کسی بستی میں ہو اور لوگ رات گھر دل میں سو کر گزاریں، یہ ممکن نہ تھا۔ آپ نے اپنی فصاحت و بلاغت، خطابت اور علمِ کلام کی توپوں کے دہانے انگریز

کے شاہی قلعہ پر مرکوز کئے تھے۔ اختلافِ عقیدہ کے علاوہ کادیانیوں سے غیر فانی کد کی ایک وجہ یہ بھی تھی کہ بانیٔ سلسلہ مرزائیت نے انگریزی حکومت کو ابرِ رحمت قرار دے رکھا تھا (ازالہ اوہام ص۱۳۲) اس وجہ سے انگریزی استعمار اور مرزائیت دو ایسے نشانے تھے جن پر حضرت شاہ جیؒ کے میزائل ہمیشہ لگتے رہے۔ قادیانیت کا ابطال دراصل ختمِ نبوۃ کا اثبات ہے جو آپؒ کے ایمان کا جزو تھا۔ وہ حق اور حق پرستوں کی گویا ایسی تلوار تھے کہ جس باطل کے سر پر پڑتی، اُسے شق کر ڈالتی۔ وہ خدائی بجلی یا آسمانی صاعقہ تھے کہ کفر وضلالت کے جس خرمن پر پڑتے، اُسے بھسم کر ڈالتے۔ وہ لحنِ داؤدی کا ایسا نمونہ تھے کہ حبیب و رقیب سب کو مسحور کر دیتے۔ وہ صورِ اسرافیل تھے جس کی حیات بخش دعوت سے مُردہ دِلوں میں جان پڑ جاتی۔ جس کی ایک آواز پر پچاس ہزار (۵۰،۰۰۰) رضاکار آزادیٔ کشمیر کے لئے سر پر کفن باندھ کر نکل آئے۔ جس کے ایک اشارے پر متحدہ ہند کے جیل خانے بھر جاتے۔ جس کا داخلہ ایوانِ مرزائیت قادیان میں زلزلہ ڈال دیتا۔ جنگِ آزادی کے کارکنان سے پوچھیئے کہ ان کی امرو ہہ والی تقریر ضرب المثل کے طور پر آج بھی یاد کی جاتی ہے کہ اس نے جنگِ آزادی کا حقیقی موڑ پیدا کیا۔

۱۹۲۹ء میں مجلسِ احرارِ اسلام قائم کی گئی۔ آریہ سماجیوں کی طرف سے توہینِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تحریک اپنے شباب پر تھی اور احرار ناموسِ رسول اللہ کے لئے ہر قربانی دینے کا عہد کر چکے تھے۔ لاہور میں ناپاک کتاب (رنگیلا رسول) کے خلاف غم و غصہ کے الاؤ ابل رہے تھے اور قوم مسلم لیگ کی بے عملی سے اُکتا کر مجلسِ احرار کے دامن سے عمل کی توقع وابستہ کر چکی تھی اور خواص سے بیزار عوام میں ہر ایک کی زبان سے احرار کہاں ہیں؟ کی بے تابانہ صدائیں نکل رہی تھیں۔ اب وہ دن آگیا جب لوگ جوق در جوق دہلی دروازہ کے باہر مجلسِ احرار کے دفتر کی طرف بڑھتے چلے جارہے تھے۔ یہاں تک کہ بارہ بجے کے قریب شاہ محمد غوثؒ کے مزار کے گرد باغات انسانی کھوپڑیوں کے گھنے جنگل بن گئے۔ سید عالیؒ نے فیصلہ کیا کہ آج ہمارا طریقہ صرف ایک ہی ہوسکتا ہے اور وہ یہ کہ شہر کے سرکاری رہنماؤں کو اُن کے حال پر چھوڑ کر اور ہر مصلحت سے آنکھ بند کرکے ناموسِ رسالت صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ہر وہ اقدام کیا جائے جس کی ضرورت ہو۔ چار بجے کے قریب ہجوم اکبری دروازہ سے کوتوالی تک پھیل گیا تھا۔ بھاری جمعیت کو دیکھ کر سٹی مجسٹریٹ نے دفعہ ۱۴۴ کا نفاذ کر دیا۔ اب مفکرِ احرار چودھری افضل حقؒ کی رائے پر جلسہ وطن بلڈنگ کے احاطہ میں ہونا طے پایا۔ جلسہ یہاں بھی ممنوع قرار دے دیا گیا۔ اس صورتِ حال کو دیکھ کر آپؒ نے مشورہ دیا کہ اب حکومتی رہنماؤں سے ٹکر لینا ناگزیر ہوگیا ہے چنانچہ سول نافرمانی کا فیصلہ کر دیا گیا۔ بہر حال شاہ جیؒ بڑے طمطراق سے سٹیج پر تشریف لائے۔ ہمیشہ کی طرح ننگی تلواروں

کی سلامی دی گئی۔ خطبہ مسنونہ پڑھ چکے تو جلسہ گاہ میں موت کی سی خاموشی طاری ہو گئی۔ پھر ایک ہی آواز تھی جو دلوں میں گھر کرتی اور رُوح کو وَجد میں لاتی جا رہی تھی۔ تقریر شروع ہوئی، تقریر کیا تھی۔ آنسوؤں اور شعلوں کا اجتماع تھا۔ جوش کی انتہا تھی۔ آہ و کراہ کی آوازیں ہر سمت سے اُٹھ رہی تھیں۔ آپؒ فرما رہے تھے "اے مسلمانانِ لاہور! آج فخرِ رسل صلی اللہ علیہ وسلم کی آبرو تمہارے شہر کے ہر ہر دروازے پر دستک دے رہی ہے۔ اے اُمتِ رسولؐ! آج ناموسِ محمدؐ کی حفاظت کا سوال درپیش ہے یہ سانحہ سقوطِ بغداد سے بھی زیادہ غم ناک ہے۔ زوالِ بغداد سے ایک سلطنت پارہ پارہ ہوگئی تھی مگر توہینِ رسول کے سانحہ سے آسمانوں کی بادشاہت متزلزل ہو رہی ہے"۔ پولیس کی جمعیت میں بے حد اضافہ ہو گیا تھا۔ جوں جوں رات گزرتی جا رہی تھی، پولیس والوں کے دل بے قابو ہو رہے تھے۔ آپؒ نے ان سے خطاب کرتے ہوئے کہا: "اے پولیس والو! ہم یہاں صِرف ماتم کے لئے جمع ہوئے ہیں۔ تم کیا چاہتے ہو؟ اگر ہمیں گرفتار کرنا چاہتے ہو تو ہم حاضر ہیں اور اگر ہمارے ساتھ وہ سلوک مطلوب ہے، جو ایک سیّد زادہ کو وراثت میں ملا ہے تو ہمارے سینے اس کے لئے بھی حاضر ہیں"۔ اس پر جلسہ میں (جو وطن بلڈنگ کے احاطہ میں ہو رہا تھا) شدید زور کی لہر اُٹھی اور لوگوں نے اپنی جانوں کے نذرانے پیش کر دیئے۔ تقریباً دس ہزار آدمی اس شب گرفتار ہوئے۔

۱۹۵۳ء کی تحریک تحفظ ختم نبوّت کے دنوں میں لاہور سنٹرل جیل میں جب مارشل لاء کے قیدیوں سے آپ کی ملاقات کرائی گئی تو آپ ننگے پاؤں اور ننگے سر ان کے استقبال کے لئے دوڑے۔ آپ نے سب کو گلے لگایا ایک ایک کی بیڑی اور ہتھکڑی کو بوسہ دیا اور یوں گویا ہوئے: "تم لوگ میرا سرمایۂ حیات ہو۔ میں نے دنیا میں لوگوں کو روٹی یا پیٹ یا کسی مادّی مفاد کے لئے نہیں پکارا۔ لوگ اس کے لئے بڑی بڑی قربانیاں دیتے ہیں۔ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عزّت کے تحفظ کی دعوت دی ہے۔ میں نے جب کراچی جیل میں گولی چلنے کے واقعات سُنے اور معلوم ہوا کہ کئی بوڑھے باپوں کی لاٹھیاں ٹوٹ گئیں، ماؤں کے چراغ گل ہو گئے۔ اور کئی سہاگ اُجڑ گئے تو مجھے اس کا بہت صدمہ ہوا۔ میں نے وہاں کہا تھا کہ کاش مجھے کوئی باہر لے جائے ماربابِ اختیار تک میری آواز پہنچا دی جائے کہ تحفظِ ناموسِ رسولؐ کے سلسلہ میں اگر کسی کو گولی مارنا مقصود ہو تو وہ گولی میرے سینے میں مار کر ٹھنڈی کر دی جائے اور کاش اب تک جتنی گولیاں چلائی گئیں۔ مجھے ٹکٹکی پر باندھ کر میرے سینے میں مار کر ٹھنڈی کر دی جائیں"۔

۱۹۵۳ء
راقم کے دادا مولوی محمد صدیقؒ اسیری کے ان ایام میں حضرۃ شاہ جی کے ہمراہ تھے۔ ان دنوں آپؒ ۱۲ فروری

کو بیرونِ دہلی دروازہ والی تقریر کے سلسلہ میں اسیر تھے یہ وہی تقریر تھی جس میں آپؒ نے اپنی ٹوپی اُتار کر کہا تھا۔ "کوئی ہے تم میں جو یہ ٹوپی خواجہ ناظم الدین (وزیرِاعظم پاکستان) کے پاؤں پر جاکر رکھدے اور یقین دلائے کہ وہ مجھے اپنا سیاسی حریف نہ سمجھیں، اگر وہ ناموسِ رسول کا تحفظ کریں تو میں پوری زندگی اُن کا خدمتگار رہونگا۔"

جلیانوالہ باغ کے حادثہ اور قبیح رسوم کے خلاف جہاد نے "سیّد عالیؒ" کو وہ مقام دیا کہ جہاں وعظ فرماتے، انسان ہی انسان نظر آئے۔ اُسی عہد میں ایک نئی تحریک نے جنم لیا تھا، مذہب کے گرد حصار کی نئی استوار ہونے والی دیوار کو گرانے کے لئے شب و روز مشورے ہونے لگے اور ایک ایسی جماعت کی تنظیم ہوگئی جس کے رزق کا انحصار کذب کے شجر کی آبیاری پر تھا۔ آپؒ کبھی کبھی بڑے جلال میں فرمایا کرتے تھے "ایک وقت آئے گا کہ تم لوگ ہماری قبروں پر آکر روؤ گے اور کہو گے کہ یہی لوگ سچّے تھے۔" انہی ایام کی ایک تقریر میں فرمایا:

"میں ان سوّروں کا ریوڑ بھی چرانے کو تیار ہوں جو برٹش امپیریلزم کی کھیتی کو ویران کرنا چاہیں۔ میں کچھ نہیں چاہتا۔ ایک فقیر ہوں۔ اپنے ناناؐ کی سُنت پر مرمٹنا چاہتا ہوں۔ اور اگر کچھ چاہتا ہوں تو صرف اس مُلک سے انگریز کا انخلاء، دو ہی خواہشیں ہیں میری زندگی میں: یہ ملک آزاد ہو جائے یا میں تختۂ دار پر لٹکا دیا جاؤں۔"

ایک بار ضلع سورت میں سکھوں اور ہندوؤں کی دعوۃ پر ایک تقریر منظور فرمائی۔ اس تقریر کی تاثیر اور حلاوت نے سکھوں اور ہندوؤں سے اللہ اکبر کے نعرے بلند کرائے۔ مولانا شبیر احمد عثمانیؒ بھی موجود تھے اسلام کی حقانیت، اللہ کی عظمت، توحید اور بُت پرستی کی قباحتوں پر حیرت انگیز بیان تھا۔

وہ بھی عجیب منظر تھا جب مئی ۱۹۳۰ء میں انجمن خُدام الدین کے اجلاس میں حضرت مولانا انور شاہ کاشمیریؒ نے آپ کو امیرِ شریعت کا خطاب دیا اور اپنے دونوں ہاتھ آپ کے ہاتھ میں دے کر بیعت کی۔ حضرۃ شیخؒ خود بھی زار و قطار رو رہے تھے اور "سیّد عالیؒ" کی آنکھوں سے بھی گویا آنسوؤں کا سیل رواں جاری تھا۔ آپؒ لاکھ انکار کرتے تھے، اور حضرت شیخؒ اصرار کرتے تھے۔ اس واقعہ کے بعد آپؒ کی شخصیت میں مقبولیت اور جاذبیت کا وہ دور شروع ہوا جو اس سے قبل کبھی نہ تھا۔

وہ حرّیت و مساوات کی جنسِ گراں بار اُٹھائے زندگی کے بازاروں میں تقریباً نصف صدی تک لوگوں کو ہر لحظ بُلاتے رہے۔ انہوں نے اس گورستان میں برسوں اذانیں کہیں لیکن غلام رگوں کے منجمد خُون کو اپنی گرم گفتاری سے حرکت میں نہ لاسکے۔ اور یوں یہ بدنصیب لوگ اب شائد ہمیشہ کے لئے غلام ہوگئے۔ اگر بخاریؒ پہاڑوں

کو پکارتے تو شائد وہ خاکِ راہ بن کر ان کے دامن سے لپٹ جاتے ۔ اگر ستاروں کو آواز دیتے تو وہ یقیناً اپنی قندیلیں زمین کے حوالے کر دیتے مگر آہ! بخاریؒ نے ان کے دردِ ازدل پر سر ٹپکا جن کے دِل خون سے تہی، آنکھیں بصارت سے محروم اور کان صدائے حق سے نا آشنا تھے یا بالفاظِ دیگر وہ لوگ ختم اللہ علی قلوبہم وعلی سمعہم وعلٰی ـــــ ابصارہم غشاوۃ کی حقیقی تفسیر تھے۔ دردناک اور فلک شگاف آواز کے ساتھ قرآن کا پڑھنا، مخالفین کے جلسہ پر قبضہ کرنا، عالم و جاہل اور مخالف و موافق سب کا یکساں طور پر متاثر ہونا ان کی وہ خصوصیات ہیں کہ ان کی ہمسری کر ہی نہیں سکتا۔ مخالفین کو ہم خیال بنانا ان کے بائیں ہاتھ کا کھیل تھا۔ بعض اوقات تو بولنے سے قبل ہی مجمع کو ایک ساحرانہ نگاہ سے مسحور کر دیتے تھے۔ سٹیج پر اگر کسی کی مٹی پلید کرنا ہوتی اپنے مخالف پر یُوں حملہ آور ہوتے کہ ایسا خطیب کسی نے دیکھا ہوگا اور نہ کسی نے سنا ہوگا۔ فکری تحلیل سے وہ نقشہ کھینچتے تھے کہ دنیا کا کوئی مقرر ان کی نقالی نہیں کر سکتا۔ احرار کی قیادت کے زمانہ میں آپ کے دہنِ مُبارک میں دُو دھاری زبان اور باطن میں قلبِ جرار تھا جس نے قادیانیت کا جنازہ نکال دیا۔ مولانا محمد علی جوہرؒ کی خطابت اور قیادت دونوں مسلم الثبوت ہیں۔ ایک بار حضرت جیؒ کے بارے میں فرمایا: "ظالم سے نہ پہلے تقریر کی جاسکتی ہے نہ بعد میں۔ اس کے بعد تقریر کرنے والے کا رنگ نہیں جمتا اور اگر اس سے پہلے تقریر کریں تو اُس کے اثر کو آکر یہ مٹا دیتا ہے۔"

لدھا رام والے کیس کے سلسلہ میں ایک گواہ سید مقبول شاہ جو اُن دنوں لالہ موسیٰ میں ہیڈ کانسٹیبل تھا لکھتا ہے۔ "جب میں ہائی کورٹ میں شاہ جیؒ کے خلاف شہادت دینے کے لئے گیا تو لاہور میں سپرنٹنڈنٹ سی۔آئی۔ڈی نے مجھے خاص طور پر ہدایت کی کہ دَورانِ شہادت شاہ جیؒ سے آنکھ نہ ملانا۔ اگر آنکھ مل گئی تو شہادت نہ دے سکو گے۔ اس لئے شہادت کے وقت پاؤں کے ناخن پر نگاہ رکھنا ـــــ تاکید ہے۔ چنانچہ میں نے ایسا ہی کیا۔" یہ واقعہ حضرت مرحوم کی مقناطیسی شخصیت کی ایک ادنیٰ مثال ہے۔

آپ کے چھوٹے چھوٹے فقرے طباعی اور ذہانت کے ساتھ بہت سی حقیقتیں اور صداقتیں اپنے اندر لئے ہوئے تھے، جن سے فہیم انسان دُور تک جا پہنچتا تھا۔ ایک بار ایک صاحب نے دریافت کیا کہ حضرت خدیجہؓ اور حضرت عائشہؓ میں باہم کیا فرق ہے؟ تو فرمایا: "خدیجہؓ کا نکاح محمد بن عبداللہ سے ہوا اور عائشہؓ کا نکاح محمد رسول اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام سے ہوا۔" ایسے ہی ایک بار حضرت عمرؓ اور حضرت علیؓ کے مابین فرق یوں بتایا کہ "علیؓ مُرید تھے اور عمرؓ مراد تھے"۔ فرقِ مراتب کی یہ کس قدر بلند تعبیر ہے۔ ایک بار

فرمایا: "میری قوم کی نفسیات یہ ہے کہ یہ ڈنڈے والے کے آگے آگے اور دولت والے کے پیچھے پیچھے بھاگتی ہے"

شاہ جی دوسروں کی عیوب کی پردہ پوشی فرماتے تھے۔ اپنے بدترین دشمن کا ذکر کرتے ہوئے بھی اخلاق کا دامن پکڑے رہتے تھے۔ عالی ظرفی اور بلند حوصلگی کی یہ صفت بہت کم لوگوں میں ہوتی ہے۔ کسی کی دل آزاری ان کا شیوہ نہ تھا۔ صلح کل ان کا مسلک تھا۔ ان کے منہ سے کسی نے جھوٹی بات نہیں سنی۔ وہ اس بات یا روایت کو ہرگز بیان نہ کرتے جس کی صحت میں انہیں ذرّہ برابر بھی شک ہوتا۔ بے حد منکسر المزاج تھے۔ آخری ایام میں ایک بار فرما رہے تھے: "میری زندگی ہی کیا ہے؟ میں کیا ہوں؟ نہ نبی ہوں نہ ولی۔ خُدا کی مخلوق میں سب سے بُرا اور عاجز!! میرے گناہوں پر میرے مالک نے پردہ ڈال دیا ہے ورنہ عطاء اللہ جیسے کروڑوں مارے مارے پھرتے ہیں جنہیں کوئی جانتا تک نہیں۔ یہ اُس کا کرم ہے کہ اس نے قرآن کی کچھ خدمت مجھ سے لے لی۔ اور اس پر بھی کوئی دعویٰ نہیں۔ استغفر اللہ! پوری زندگی میں کہا ہوا کوئی ایک حرف بھی قبول ہو گیا تو نجات ہو جائے گی۔ انشاء اللہ —— نجات کی اُمید ضرور رکھتا ہوں۔ کیونکہ اتنا مجھے یقین ہے کہ میں نے اُس کے سوا کسی کو خدا نہیں مانا۔ اور میاں صلی اللہ علیہ وسلّم کے بعد کسی کو ان کا حریف بنتے دیکھنا میں برداشت نہیں کر سکتا اور کوئی عمل میرے پلّے نہیں۔ بس اُسی کے فضل وکرم کے سہارے جی رہا ہوں۔"

شاہ جیؒ کی ایک بہت نمایاں خوبی ان کی زندہ دلی اور بذلہ سنجی تھی۔ مصائب آلام کے ہجوم میں ہمیشہ ہنستے ہنساتے رہے۔ یہاں تک کہ مرض الموت میں فالج کے حملہ کا واقعہ اپنے رفقاء کو یوں سنایا: "اچھا بھلا اُٹھا وضو کرنے لگا تو ہاتھ نے یوں نافرمانی شروع کر دی۔ منہ میں پانی ڈالا تو اُس نے بھی بغاوت اختیار کی۔ میں سمجھ گیا کہ فالج کا حملہ ہوا ہے اور اب میں مرنے لگا ہوں۔ جلدی جلدی وضو کیا۔ صبح کی نماز ادا کی اور زور زور سے پڑھا اشھد ان لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ و اشھد ان محمداً عبدہ و رسولہ، لا نبی بعدہ و لا رسول بعدہ: اور چارپائی پر لیٹ گیا کہ اب موت آئی تو خاتمہ انشاء اللہ ایمان پر ہو جائے گا۔ تھوڑی دیر لیٹا رہا اور موت کا انتظار کرتا رہا لیکن موت نہ آئی۔ اب اُٹھا۔ اندر گیا۔ بھوک لگ رہی تھی۔ کھانا مانگا۔ رات کی ٹھنڈی کھچڑی کھالی۔ البتہ ایک غلطی ہو گئی جس کے لئے اللہ سے معافی مانگتا ہوں آپ لوگ بھی معاف کر دینا۔ وہ یہ کہ ٹھنڈی کھچڑی کے بعد گھڑے کا ٹھنڈا پانی پینا بھول گیا۔ بس یہ کسر رہ گئی۔"

آپؒ یہ باتیں مزے لے لے کر کہہ رہے تھے اور حاضرین یہ سوچنے پر مجبور تھے کہ فالج کا حملہ ہے۔ منہ پر لقوہ کا اثر ہے۔ زبان میں بھی لکنت آ چکی ہے لیکن شاہ جیؒ کی ظرافت اور زندہ دلی میں کوئی تغیّر نہیں ہوا۔

۹ ربیع الاول ۱۳۸۱ھ مطابق ۲۱ اگست ۱۹۶۱ء کی شب اہلِ ملتان نے یہ دلخراش خبر سنی کہ محفلِ عزم وعمل کا وہ چراغ جو کئی برس سے مرض وضعف کے شدید جھونکوں سے بجھ بجھ کر سنبھل جاتا تھا ۔ ۷۲ برس کی جاں گستریوں کے بعد بالآخر آج شام چھ بج کر پچپن منٹ پر ہمیشہ کے لئے بجھ گیا ۔ وہ جس کے دروازے پر بڑے بڑے رؤسا، آفیسرز، وزراء، علماء اور صوفیاء حاضری دینا باعثِ صد افتخار گردانتے تھے کرائے کے ایک بوسیدہ مکان میں اپنی زندگی گزار کر خوش رہا ۔ بڑے بڑے بادشاہوں کے جنازے یوں نہ اُٹھے ہوں گے جیسے اس فقیر کا جنازہ اُٹھا ۔ جنازہ اُٹھائے جانے کے وقت دو لاکھ سے زائد خوش قسمت عقیدت مندوں نے ایمرسن کالج گراؤنڈ ملتان میں آپ کے بڑے فرزند اور جانشین حضرۃ ابومعاویہ ابوذر بخاری مدظلہ العالی کی امامت میں نمازِ جنازہ ادا کی ۔ ڈپٹی کمشنر ملتان نے حکومت کی جانب سے قلعہ ملتان میں تدفین کی پیشکش کی لیکن چونکہ آخری ایام میں آپ اکثر فرماتے تھے " اللہ مجھے ایسے مقام پر قبر نصیب کرے جو سرِ راہ ہو اور آتے جاتے لوگ فاتحہ پڑھ جایا کریں " اس لئے یہ پیشکش نامنظور کر دی گئی ۔ ۲۲ اگست کی شام چھ بجے جلال باقری قبرستان میں برلبِ سڑک آپ کو سپردِ لحد کیا گیا ۔ سیّدِ عالی مقامؒ ہمیشہ کے لئے منوں مٹی تلے سو گئے ۔ لوگوں کی گریہ وزاری کی انتہا ہو گئی ۔ برصغیر کی تحریکِ آزادی اور جہادِ دین کا ایک نہایت منوّر باب اپنے اختتام کو پہنچا اور دنیا اس بلبلِ ہزار داستان کی نغمہ طرازیوں اور خوش الحانیوں سے ہمیشہ کے لئے محروم ہو گئی جو خرمنِ باطل پر بجلی کی مانند ٹوٹتی تھیں ؎

آج مٹی کا وہاں ڈھیر سا ہو گا ساغرؔ ؎ سر جھکاتی تھی جہاں لوح و قلم کی دنیا

اپنے توشۂ آخرت میں حضرت شاہ جیؒ جو کچھ لے گئے اس میں حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانویؒ کے یہ الفاظ بھی ہیں " ان کی باتیں تو عطاءِ الٰہی ہوتی ہیں " جو بے شک قابلِ صد فخر و رشک متاع ہے ۔ فرمانروائی آپؒ کی عبا اُٹھائے پھری ۔ آپؒ لیلائے خطابت کے ماتھے کا جھومر اور اس کے سر کا تاج تھے ۔ آپؒ کیا گئے خطابت بیوہ ہو گئی ۔ شورش کاشمیری نے آپؒ کے بارے میں کہا " شاہ جیؒ اگر قرونِ اولیٰ کے مسلمانوں میں ہوتے تو یقیناً " ایک جلیل القدر صحابی ہوتے " ۔ صدرِ پاکستان فیلڈ مارشل ایوب خان نے آپؒ کے علاج کے لئے تعاون کیا ۔ آپؒ کی وفات پر ایک تعزیتی پیغام میں لکھا " سیّد عطاء اللہ شاہ بخاریؒ کی وفات سے مجھے بے حد رنج ہوا ہے ۔ آپؒ جنگِ آزادی اور اسلام کے ایک زبردست مجاہد تھے اور قدرت نے آپ کو علم و فصاحت کی نعمتیں ودیعت کی تھیں ۔ موت نے ہم سے ایک عظیم شخصیت جدا کر دی ۔ خدا آپؒ

کی رُوح کو جوارِ رحمت میں جگہ دے۔ آمین!

سید عالی مقام رح کے فضائل و محاسن ایک سرسری مقالہ کے ظرفِ تنگ میں نہیں سما سکتے۔ ان کے لئے ایک وسیع دائرہ بیان و نگارش کی ضرورت ہے۔ البتہ میں نے انکی سیرت کی چند جھلکیاں پیش کی ہیں تاکہ اندازہ کیا جاسکے کہ وہ کس قدر عالی مرتبت اور نادرالاوصاف شخصیت کے حامل تھے اور ہمارے وطن کی کس قدر بے بہا دولت تھے کہ جب میدانِ عمل میں مصروفِ جہاد رہتے تھے تو لوگ ان کی محض زیارت کو باعثِ سعادت و فخر گردانتے تھے اور ہر محفل میں اُن کا ذکر کسی نہ کسی طرح لے آتے تھے۔ ایسے لوگ آج بھی ہیں جو کسی نہ کسی ذریعہ سے ان سے اپنا تعلق بتا کر مسرور ہوتے ہیں۔ ہزاروں کے ہزاروں مجمعوں کو اپنی بھڑکتی دلآویز تقاریر سے سراپا عمل و حرکت بنا دیا۔ دورانِ تقریر مجمع میں اس قدر خاموشی ہوتی تھی کہ دھاگہ ٹوٹے تو آواز آئے۔ آپ نے نو سال اور چار ماہ یعنی تقریباً دس برس تک دورِ فرنگی و دورِ مسلم لیگی کے ہیبت ناک اور جاں گداز جیل خانوں کو اپنے نغماتِ حریت اور حدتِ نفس سے معمور رکھا۔ قید و بند کی صعوبتوں کی یہ مدت حضرت یوسف علیٰ نبینا علیہ السلام کی مدتِ قید کے برابر جا پہنچتی ہے۔ خدائے بزرگ و برتر اچھے نقشوں سے بُرا اور بُرے نقشوں سے اچھا نتیجہ بنانے پر قادر ہے۔ سُنتِ یوسفؑ کی پیروی شاہ جی نے کی اور اللہ نے سبب کو کس نے بنایا......؟ ان اللہ علیٰ کُلِّ شیٍٔ قدیر ——— اپنی زندگی کا ایک ایک لمحہ حریت و اسلامیت کے جانبازانہ جہاد میں گزارا۔ قدرت نے جو صلاحیتیں آپؒ کو دی تھیں، سب کی سب بے دریغ اس راہ میں خرچ کر دیں۔ اپنی ذات کے لئے کچھ بھی نہ کیا اور عمر بھر عجز و فقر ان کے لئے سرمایۂ افتخار رہا۔ فقر اُنکی سب سے قیمتی خاندانی میراث تھی کہ آج بھی جس فقر کا طُرہ آسمان بوس ہے۔ وہ اپنے وطن کو آزاد دیکھنا چاہتے تھے اور مسلمانوں کو بھی آزاد اور مخلص دیکھنے کے آرزو مند تھے۔ اپنی عمر ایسی مُصیبتوں اور دلگیریوں میں گزاری کہ ان کا تصور بھی بڑے بڑے داعیانِ ہمت و جرأت کو رعشہ براندام کر دینے کے لئے کافی ہے۔ مگر کیا کسی خدمت کے لئے کوئی صلہ طلب کیا، طلب تو ایک طرف رہی کسی سے خدمت کا ذکر بھی بھُولے سے کبھی نہ کیا۔ خوب غور سے سوچ کر فیصلہ کیجئے کہ ہمارے ملک میں ایسی بلند پایہ شخصیات کتنی گزری ہیں اور کتنی باقی ہیں۔ یہی لوگ ہیں کہ جن کے کارناموں پر جب نظر ڈالی جائے تو معلوم ہوگا کہ جس سمت قدم اُٹھائے گراں قدر علمی جواہر کے انبار فراہم ہوگئے۔ خود ان پر نظر پڑی تو فقر و درویشی پر اسطرح مطمئن ملے کہ با اقتدار شہنشاہ بھی اپنے تختِ سلطنت پر اس قدر مطمئن و مسرور نہ ہوگا۔

اسلم انصاری

سیّد عطاء اللہ شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ

صدفِ دہر میں اک گوہرِ یکتا تھا وہ
فرد تھا، علم و عزیمت میں یگانہ تھا وہ

لحن سے اس کے فصاحت کا چمن کھلتا تھا
حسنِ ابلاغ کی مہکتی ہوئی دنیا تھا وہ

فصحا موجیں ہیں تقریر و تکلم کی، مگر
دیکھنے والوں کا کہنا ہے کہ دریا تھا وہ

اس کی محفل میں بلاغت بھی تھی نقشِ دیوار
حرف و مفہوم سماعت تھے کہ گویا تھا وہ

اس نے تخلیق کیا اپنا ہنر، اپنا دوام
وہ خود اک دور تھا، آپ اپنا زمانہ تھا وہ

اس کی آواز نے ظلمت کا جگر چاک کیا
جبرِ افرنگ میں جرأت کا اُجالا تھا وہ

حلقہ در حلقہ کٹی جورِ خزاں کی زنجیر
آبِ شمشیر کا بہتا ہوا دھارا تھا وہ

وہ مُوحد کہ رہینِ غمِ ہستی نہ ہوا
خس و خاشاکِ ہوس کے لئے شعلہ تھا وہ

چشمِ بیدار سے تھا رنگ فشاں عہدِ بہار
اپنے امروز میں فردا کا اشارہ تھا وہ

کوئی باور نہ کرے گا وہ سخن کا اعجاز
شاید اب کوئی نہ سمجھے گا کہ کیسا تھا وہ

چاہتا تھا کہ کہوں اس کو مثیلِ سحباں
دل نے ٹوکا کہ خطابت میں تو یکتا تھا وہ

شفقت اس کی تھی ہر عالی و عامی کو محیط
دہر میں حسنِ اخوت کا جریدہ تھا وہ

اس کے کردار میں شامل تھے جلال اور جمال
بحرِ مواج تھا، نغمات کا جھرنا تھا وہ

وہ عزیمت کہ صلابت کو پسینہ آ جائے
گویا اسلاف کی عظمت کا نمونہ تھا وہ

علم و حکمت کو دیئے اس نے جنوں کے انداز
حکمتِ عشق کا بے مثل خزینہ تھا وہ

عکس در عکس تھی اس حسنِ تکلم کی بہار
آئینہ خانۂ کردار میں چہرہ تھا وہ!

علامہ اقبالؒ اپنے افکار کی روشنی میں

شیخ حبیب الرحمٰن بٹالوی۔ ایم ۔ اے

قارئین کی معلومات کیلئے علامہ اقبالؒ کے نثری افکار و خیالات کا انتخاب دیا جا رہا ہے کہ یاران سرِپل نے علامہ اقبالؒ کو محض ایک شاعر کے طور پر مشہور کر رکھا ہے ۔ یہ انتخاب آغا شورش کاشمیری کی کتاب " فیضانِ اقبال " سے لیا گیا ہے ۔ (ادارہ)

مسلمان : مسلمان ایک ایسا پتھر ہے کہ جس پر گرتا ہے اُسے پاش پاش کر دیتا ہے اور جو اس پر گرتا ہے ۔ پاش پاش ہو جاتا ہے ۔ (روز گار فقیر جلد اوّل صفحہ ۸۲)

اطاعت : اسلام خدا کی اطاعت کا مطالبہ کرتا ہے ۔ تخت و تاج کی اطاعت کا نہیں ۔ (حرف اقبال ۔ بجواب نہرو)

فوق البشر : فرمایا۔ اسلام ہی وہ بہترین سانچہ ہے جس میں فوق البشر ڈھلتے ہیں ۔ (سید الطاف حسین ایم اے ۔ ملفوظات)

ملامت : ملامت کا خوف رکھنا ہمارے مذہب میں حرام ہے ۔ (سراج الدین پال کے نام)

غیر اسلامی دستور : ہر دستور العمل جو غیر اسلامی ہو ۔ نامعقول اور مردود ہے ۔ (مولانا حسین احمد مدنی کے جواب میں)

قرآن مجید : قرآن مجید کثرت سے پڑھنا چاہیے ۔ تاکہ قلب میں محمدی نسبت پیدا ہو ۔ (نیاز الدین کے نام)

گدائی : خوشامد ۔ منت یا مانگنے سے کبھی کچھ نہیں ملا ۔ خدا کے سوا کسی کی اطاعت ہمارے لئے واجب نہیں ۔ (انوار اقبال مرتبہ بشیر احمد ڈار صفحہ ۴۴)

مغرب زدہ طبقہ : مسلمانوں کا مغرب زدہ طبقہ نہایت پست فطرت ہے (سید سلیمان ندوی کے نام)

قادیانی: قادیانی تحریک نے مسلمانوں کے ملّی استحکام کو بیحد نقصان پہنچایا ہے اگر استیصال نہ کیا گیا تو آئندہ شدید نقصان پہنچے گا۔ (عبدالرشید طارق - ملفوظات)

غلط رواداری: کسی قوم کی وحدت خطرے میں ہو تو اس کیلئے اسکے سوا کوئی چارہ نہیں کہ معاندانہ قوتوں کے خلاف اپنی مدافعت کرے (اس ضمن میں رواداری ایک مہمل اصطلاح ہے) اصل جماعت کو رواداری کی تلقین کی جائے اور باغی گروہ کو تبلیغ کی پوری اجازت ہو، خواہ وہ تبلیغ، جھوٹ اور دشنام سے لبریز ہو۔ (قادیانیت اور اسلام بجواب نہرو)

گدی نشین: گدی نشینوں نے جب سے دین کو حصولِ دنیا کا ذریعہ بنا لیا۔ اس وقت سے اخلاص رخصت ہو چکا ہے۔ (صالح محمد کے نام)

اُمراء: افسوس! مسلمان اُمرار پر حُبِّ مال غالب ہے۔ (راغب احسن کے نام)

خطابت: آتش بازی کی طرح ایک لمحہ بہار دکھا کر ختم ہو جانے والے جملے۔

(حرفِ اقبال)

اخلاقی روک: یورپ سے بڑھ کر آج انسان کے اخلاقی ارتقار میں بڑی رکاوٹ کوئی نہیں یورپ کے علیٰنی فلسفہ کو کبھی یہ درجہ حاصل نہیں ہوا کہ زندگی کا کوئی مؤثر جزو بن سکے۔ (چھٹا خطبہ تشکیل جدید الٰہیات اسلامیہ صفحہ ۲۷۶)

تقدیر امم: قوموں کی تقدیر اور ہستی کا دار و مدار اس پر نہیں کہ ان کا وجود کہاں تک منظم ہے بلکہ اس بات پر ہے کہ افراد کی ذاتی خوبیاں کیا ہیں۔ (پانچواں خطبہ - صفحہ ۲۳۳)

تہذیب: دورِ حاضر میں تہذیب رُو بہ ترقی نہیں، رُو بہ تنزل ہے۔ (روزگار فقیر جلد اوّل صفحہ ۶۴)

فکرِ معیشت: فکرِ روزی۔ رُوح کا قاتل ہے۔ (عبدالماجد دریا آبادی کے نام)

خودی کا عرفان: خودی کا عرفان قرآن کے سوا اور کہیں نہیں ہے۔ (عرشی - ملفوظات)

فن برائے فن: فن برائے فن خطرناک بلکہ مہلک نظریہ ہے۔ (اقبال کے چند جواہر پارے صفحہ ۳۸)

عجمی شعراء: ان شعرار نے نہایت عجیب و غریب اور بظاہر دلفریب طریقوں سے شعائرِ اسلام کی تردید و تنسیخ کی ہے۔ (سراج الدین پال کے نام)

بے خبر گروہ : اسلامی ملکوں میں عوام اور تعلیم یافتہ لوگ (دونوں طبقے) علومِ اسلامیہ سے بے خبر ہیں۔ (سید سلیمان ندوی کے نام)

عجمی تصوّف : عجمی تصوّف سے لٹریچر میں دل فریبی، حُسن اور چمک پیدا ہوتی ہے مگر یہ انسان کے طبائع کو پست کرنیوالا ہے۔ (لسان العصر کے نام)

پردہ : عورت کا جنسی تقدس اس امر کا متقاضی ہے کہ اُسے اجنبی نگاہوں سے بہر نوع محفوظ رکھا جائے۔ عورت ایک بہت عظیم ذریعہ تخلیق ہے اور یہ حقیقت ہے کہ دنیا کی تخلیقی قوتیں مستور و محجوب ہیں۔ (اعجاز "یوسف" لندن)

مصنوعاتِ یورپ : یورپ کی بنی ہوئی چیزیں خوبصورت ضرور ہوتی ہیں مگر ان میں اخلاقی زہر ہوتا ہے۔ (روزگارِ فقیر جلد دوم، مسواک پر گفتگو، صفحہ ۱۵۸)

مادّی تعبیر : میں مسلمان ہوں اور انشاء اللہ مسلمان مروں گا۔ میرے نزدیک تاریخ انسانی کی مادّی تعبیر سراسر غلط ہے۔ (غلام السیدین کے نام)

طاقت کا زوال : جب طاقت عقل و دانش کو پس پشت ڈال کر اپنی ذات پر بھروسہ کر لیتی ہے تو نتیجہ خود طاقت کا زوال ہوتا ہے۔ (مس فارقوہرسن کے نام)

مسلمان امراء : مسلمان امراء اسلام کی راہ میں خرچ کرنیکی ضرورت و اہمیّت سے قطعاً ناآشنا ہیں۔ (مولوی محمد جمیل کے نام)

عورت : جس قوم نے عورت کو ضرورت سے زیادہ آزادی دی۔ وہ کبھی نہ کبھی اپنی غلطی پر ضرور پشیمان ہوئی ہے۔ عورت کا اصل کام آئندہ نسل کی تربیّت ہے۔ ٹائپسٹ یا کلرک بنا دینا نہ صرف قانونِ فطرت کی خلاف ورزی ہے۔ بلکہ انسانی معاشرے کو درہم برہم کرنے کی افسوسناک کوشش ہے۔ (روزگارِ فقیر جلد اوّل صفحہ ۶۶)

صوفی عقائد : مجھے اس امر کا اعتراف کرنے میں کوئی شرم نہیں کہ میں ایک عرصہ تک ایسے عقائد و مسائل کا قائل رہا جو بعض صوفیہ کے ساتھ خاص ہیں لیکن قرآن شریف پر تدبّر کرنے کے بعد قطعاً غیر اسلامی ثابت ہوئے (اسرارِ خودی اور تصوّف۔ وکیل امرتسر ۱۵ جنوری ۱۹۱۵ء)

ایک شب حکیم الاُمّت کے ساتھ

پروفیسر منیر چوھدری۔ ملتان

"یہ عالمِ خیال اور وارداتِ خواب کی دُھندلی شبیہہ ہے تاہم علّامہ اقبال کے ارشادات کی صحت مستند ہے"۔

سرمئی شام شفق کا گلابی آنچل اوڑھے انارکلی بازار سے ہوتی ہوئی شاہ عالمی مارکیٹ کی طرف مڑی تو رات تاروں بھرے آسمان تلے اسکی منتظر تھی اچانک بازاروں میں روشنیاں جگمگا اٹھیں، پارکوں کی چہل پہل بڑھ گئی اور باغوں کی رونق دوبالا ہوگئی۔ گلیاں زندہ دلان لاہور کے قہقہوں سے گونجنے لگیں اور لاہور ایک ایسا بانکا سجیلا گھبرو دکھائی دینے لگا جو رنگ و نور میں نہا کر خوشیوں کا چولا پہنے میلہ گھومنے چلا آیا ہو۔ سڑکوں پر گھومتی ٹولیاں چوراہوں کی طرف رواں دواں تھیں۔ گھنگرو بجاتا سجا سجایا تانگہ سندیا پوری کی کشادہ سڑک پر بھاگ رہا تھا۔ صبا رفتار گھوڑے کو تھپکی دیتا کوچوان بادشاہ لہک لہک کر سیف الملوک گانے لگا۔

تانگہ جاوید منزل پہ رکا تو سادہ کپڑوں میں ملبوس کندھے پہ مفلر دھرے خشخشی داڑھی والا ایک لمبا تڑنگا آدمی باہر کھڑا تھا۔ میرے استفسار پر یہ شخص مجھے اندر لے گیا۔ ڈاکٹر اقبال صرف بنیان اور دھوتی پہنے ہوئے تھے اور تکیے سے پشت ٹکائے پلنگ پر نیم دراز تھے۔ حقے کی نے ان کے ہاتھ میں تھی اور اخبارات سامنے بکھرے پڑے تھے۔ علی بخش نے تعارف کراتے ہوئے جب بتایا کہ میں ارضِ پاکستان سے آیا ہوں تو علّامہ نے چونک کر دیکھا۔ نظریں ایسی تیکھی تھیں گویا میرے چہرے سے منافقت اور خود غرضی کی تحریر پڑھ رہی ہوں۔

"کہو کیسی ہے ہ کشور لالۂ صحرائی؟" نظروں نے پوچھا۔ میں نے سرکاری ملازموں کا روایتی کردار ادا کرتے ہوئے ہاتھ باندھے اور خوشامدانہ لہجے میں جواب دیا۔

"اللہ کا بڑا فضل ہے۔ سب اچھا ہے اور اب تو ہم پاکستان میں اسلامی سماجی انقلاب کے لئے کوشاں ہیں"۔

میرے جواب پر ڈاکٹر اقبال جلال میں آگئے انکا چہرہ حدتِ جذبات سے تمتما اٹھا۔ آنکھیں شرر ناک ہوگئیں اور ہونٹوں سے جملوں کا سیلِ تند خو بہہ نکلا۔

کون لائے گا یہ اسلامی انقلاب؟ وہ نوجوان لائے گا جس کا گلا اہلِ مدرسہ نے گھونٹ دیا ہے۔ جس کا علم اجداد اور عمل الحاد کے گرد گھومتا ہے جو گرمیٔ افکار سے محروم اور جوہرِ ادراک سے تہی دامن ہے جس کا گوہرِ تربیت خام اور نشترِ تحقیق کند ہے جسے ہنگامہ ہائے سیاست کی تن آسانی قبول ہے لیکن مہر و ماہ کی جگر چاکی کا حوصلہ نہیں جس نے سوزِ دماغ کی بساط پر بیٹھ کے سوزِ جگر کو جوئے پر لگا دیا ہے جس کی نگاہ سرمۂ خاکِ مدینہ و نجف سے ناآشنا ہو کر جلوۂ دانشِ فرنگ سے خیرہ ہو رہی ہے جس کی جوانی داغدار اور ضربتِ کاری کمزور ہو گئی ہے جس کی شاہین صفتی صحبتِ زاغ کی نذر ہوتی جا رہی ہے۔ یا وہ استاد انقلاب برپا کرے گا جو فریبِ سُود و زیاں کے بھنور میں پھنس گیا ہے جو ارتباطِ حرف و معنی کا اسیر اور مباحثِ لفظی کا نخچیر ہے جس نے علم کی عطائے خسروانہ چھوڑ کر ٹیوشن کی روشِ گدایانہ اختیار کر لی ہے جس کی کم بصری نے متاعِ غرور کا سودا کر لیا ہے جس کے پاس خرد کی دی ہوئی خبر ہے حق کی عطا کردہ نظر نہیں جو اب قوم کا معمار نہیں۔ فقط قصۂ جدید و قدیم کا راوی ہے۔

تم اس شاعر سے انقلاب کی توقع رکھتے ہو جس کا حرف بے سوز اور عمل زار و زبوں ہے، جس کی آتشِ نوائی شراب خانہ ساز میں بجھ گئی ہے جس کا صریرِ خامہ نوائے سروش نہیں رہا صدائے ناؤ نوش ہو گیا ہے۔ جسے تشنگیٔ صحرا اور محملِ بے لیلیٰ نے ہوٹلوں کی زینت بنا دیا ہے جس کا دل ہنگامے سے خالی اور ترنّم معانی سے معرّا ہے جس کے نورانی اشعار ساقی کے جامِ ظلمت سے چھلکتے ہیں اور جس نے جہانِ مرغ و ماہی میں قصیدہ گوئی کا کاروبارِ لات و منات شروع کر رکھا ہے جس کا لہو گرماتا انقلاب خود سر کاغذ کی لکیروں میں ڈھونڈ رہا ہے۔

کیا ادیب یہ کسبِ کمال کر دکھائے گا جو نفسِ آتشناک کے بغیر ہی حرمِ نو کی تعمیر چاہتا ہے۔ جو بندۂ نام و نمود اور گرفتارِ حاضر و موجود ہے جس کی گفتگو دقیق اور معانی سادہ ہیں جو جہانِ تازہ کی بنیاد افکارِ تازہ کی بجائے بوسیدہ کتابوں کے ڈھیر پر رکھنا چاہتا ہے جو حرمِ وجود کو روشن کئے بغیر سپہرِ کبود پر ادراکِ مہرِ جہاں تاب دھرنا چاہتا ہے جو ضمیرِ بندۂ خاکی سے ناآشنا ہے اور بزمِ تنقید میں چشمِ غلط بیں کا فسانہ برپا کئے ہوئے ہے۔

پھر یہ انقلاب وہ مفکر لائے گا جو زندگی کی اساس حقیقتِ ابدی کو بھول چکا ہے؟ جو حیات کو طلسمِ افلاطون کی کڑی سمجھتا ہے جس نے فلسفے کی نمود خونِ جگر سے نہیں خلیۂ دماغ سے کی ہے جو صدف کی باریکیوں میں گوہرِ یکدانہ کی قدر کھو بیٹھا ہے۔ مفکر جو زندگی کے عقدۂ مشکل کشود سے بے بہرہ مظاہرِ فطرت کی پیچاک میں اُلجھ گیا ہے۔ تو کیا گلیمِ بوذرؓ و دلقِ اویسؓ و چادرِ زہراؓ کو بیچ کھانے والے پیرانِ حرم انقلاب لائیں گے؟ مشرق کی تاریک رات گواہ ہے کہ ان پیرانِ حرم کی آستین میں کوئی یدِ بیضا نہیں، جن کے جذبِ عمل بے بنیاد اور مزاج خانقاہی ہیں جن کی فکر بے نور مسلمانوں

کی شبِ تارِ حیات کو روشن کرنے سے قاصر ہے ۔ جو تقلید کی کورچشمی میں ام الکتاب کو زیبِ طاق کئے ہوئے ہیں جن کی اذان شبستانِ وجود کو لرزانے کی بجائے پیمانۂ امروز و فردا بن گئی ہے ۔

اور کیا یہ انقلاب اُس مزدور کے بس میں ہے جو حیرت خانۂ روز و شب میں اپنا مقصدِ وجود بھول گیا ہے وہ مئے غفلت کا سرمست جو قادر و عادل کے جہاں میں لہو پیتے   مساوات پر خاموش و مہر بلب ہے جو خیمۂ افلاک کے نیچے پیکارِ عناصر کا سادہ تماشائی ہے ۔

یا تمہارا انقلاب سرمایہ دار کے ہاتھوں آئے گا جو خونِ رگِ مزدور سے لعلِ ناب تراش رہا ہے جو تدبر کی فسوں کاری سے کارِ دہقاناں کو خراب تر کئے جا رہا ہے جو بندوں کی کوچہ گردی پہ بلند بامی کے محل تعمیر کر رہا ہے جس نے غریبوں کو آرزوئے روزِ مکافات بخشی ہے —— یا وہ اشتراک کی نوید انقلاب بنے گا جو پورے انسانی معاشرے کی اساس شکم کو ٹھہرا رہا ہے ۔ جو خیمۂ خواجگی کی طناب توڑنے کے لئے سلسلۂ حیات کو ہیچ پیچ کئے جا رہا ہے جو عاقبت بینی سے محروم ہو کر اک کلیمِ بے تجلّی اور اک مسیحِ بے صلیب کے پیچھے چل کھڑا ہوا ہے ۔ جو سماج کو مئے "لا" سے مدہوش کرنے کے لئے مینا بدوش کھڑا ہے لیکن ابھی تک پیمانۂ اِلّا کی اہمیت سے آشنا نہیں ہوا ۔

کیا یہ انقلاب وہ جمہوریت پسند لے کر آئے گا جو جوہرِ انسانی پرکھ سے قاصر ہے جو بندوں کو تولنے کی بجائے گننے پر اکتفا کرتا ہے جو سیاستِ لادین کے اسپِ برق رفتار پر سوار ہو کر کنیزِ اہرمن جمہوریت کی تلاش میں نکلا ہے جو دلِ خبیر و بصیر نہ رکھنے کے باعث مردہ ضمیری کو منزل سمجھ بیٹھا ہے جس نے یورپ کے روشن چہرے کو تو دیکھا ہے لیکن چنگیز سے تاریک تر اندرون پر نظر نہیں ڈالی ۔

نہیں یہ انقلاب نہیں آ سکتا ۔ انقلاب کبھی میر و سلطان یا پیر و فقیر نہیں لایا کرتے انقلاب تو قومیں لاتی ہیں ، زندہ قومیں ! انقلاب کا اکھوا دل میں پھوٹتا ہے ، دماغ میں پھولتا ہے ۔ سوچوں میں گدراتا ہے کاوشوں میں تناور ہوتا ہے اور گلستانِ عمل میں ثمر بار ہو جاتا ہے لیکن جب دلوں پر ہوس کا زنگ ہو دماغ پر خواہشوں کا پہرا ہو ۔

سوچوں میں مصلحت کے گھروندے ہوں کاوشوں سے پرہیز اور عمل سے اجتناب ہو تو اپنے من میں ڈوب کر بھی سراغِ زندگی نہیں ملتا ۔ جب کارواں کے دل سے احساسِ زیاں جاتا ہے ، جب خودی موت کی چادر اوڑھ لے ، شاہین کرگسوں کے جہاں میں اُڑنے لگیں ، شمشیر و سناں متروک اور طاؤس و رباب محبوب ہو جائے ، جہاد کی تلوار جمود کی نیام میں زنگ آلود ہونے لگے ۔ مردِ مومن ، قتیلِ شیوۂ آزری اور انسانِ کامل ہلاکِ جادوئے سامری ہو جائے نانِ جویں موجود ہو پر قوتِ حیدری باقی نہ رہے ۔ اللہ کے شیر روباہ صفت ہونے لگیں ، ستیزہ گاہِ جہاں میں حریفانِ پنجہ فگن کا رنگ سُرخ و سفید ہو

جائے زمانہ با تو نہ سازد کا جواب تو با زمانہ بساز ہو جائے تکبیروں سے طلسمِ شش جہات پارہ پارہ نہ ہو، امام بے حضور اور نمازیں بے سرور ہو جائیں، فغانِ نیم شبی دم توڑ دے اور آہِ سحر گاہی منجمد ہو جائے۔ جہان صنم کدہ بن جائے مگر ابراہیم ناپید ہونے لگیں اور لا الٰہ الا اللہ حدیثِ بے خبراں ہو جائے تو جان لو کہ اس قوم میں انقلاب نہیں، عذاب آنے والا ہے۔"

شدتِ جذبات سے علامہ کا چہرہ سُرخ ہو گیا تھا اسی اثنا میں علی بخش حقہ تازہ کر لایا اور اس نے پلنگ کے دائیں ہاتھ دونوں کھڑکیوں سے پردے سرکا دیئے میں نے پھر خوشامدی جملوں سے گفتگو کا دھارا موڑنا چاہا۔

"ڈاکٹر صاحب ایسی مایوسی کی بات بھی نہیں پاکستان آپ کے خوابوں کی تعبیر ہے آپ ہی نے تو یہ پیش گوئی کی تھی کہ

عُمر کریں گے اہلِ نظر تازہ بستیاں آباد —— ایسی بستیاں جہاں آسمان سحر کے نُور سے آئینہ پوش ہو کر رات کی ظلمات کو سیماب پا کر دے گا۔ یہی بستی آج پاکستان کی شکل میں بزمِ گیتی کو عطر بار کر رہی ہے اور ارضِ پاکستان کے لوگ، وہ تو آپ سے بے پناہ محبت کرتے ہیں، چاہتے ہیں آپ کو۔"

علامہ نے حقے کا لمبا کش لیا اور عقابی نظروں سے گھورتے ہوئے بولے۔ "جانتا ہوں اس محبت کو، واقف ہوں اس چاہت سے، کیا کیا ہے قوم نے میرے ساتھ؟ مجھ فقیرِ بے کلاہ و بے گلیم کو بھی انہوں نے دیوانہ و مجنوں بنا دیا ہے مجھ پر پتھر برسائے ہیں لاپرواہی کے قریشِ مکہ کی معنوی اولاد مجھے بھی شاعر و ساحر مشہور کر رہی ہے میں محرمِ رازِ درونِ مئے خانہ تھا انہوں نے مری نوائے پریشاں کا نام شاعری رکھ دیا۔ میں جوانوں کو بیدار کرنا چاہتا تھا انہیں یومِ اقبال کی افیون سے سُلا دیا گیا۔ میں نئی نسل کو سوزِ جگر بخشنا چاہتا تھا انہیں شعبہ اقبالیات کی بھول بھلیاں بخشی گئیں۔ میں لوگوں میں جانا چاہتا تھا مجھے لائبریریوں کے اُونچے خانوں میں قید کر دیا گیا۔ میرا کلام طبلہ و سارنگی کی صلیبِ اذیت پر لٹکایا گیا۔ میرے الفاظ قوالوں کے ترنم سے چاک چاک کر دیئے گئے۔ میرے معانی غزل سراؤں کی سرتیوں سے گھائل کر ڈالے گئے۔ میرے افکار نام نہاد دانشوروں کی تقریروں سے لہولہان ہوئے میرا پیغام اربابِ اقتدار کے ہاتھوں فگار ہوا۔ میری خواہشیں کشورِ خواب پاکستان کے چوراہوں میں تمہارے سامنے تڑپتی رہیں، تم نے اپنے ہر محسن کا خُون کیا، ہر مسیح کو سولی دی، ہر سقراط کو زہر دیا اور ہر دانائے راز کو عقیدت کی کند چھُری سے ذبح کر دیا۔" علامہ اقبال کی آواز بھرا گئی۔ گلا رندھ گیا اور آنکھوں سے جوئے خون بہنے لگی۔ اب وہ خاموش تھے اور ان پر عالمِ استغراق طاری تھا۔ میں نے الفاظ ذہن میں دُہرائے "تم نے ہر محسن کا خُون کیا، ہر مسیح کو سولی دی۔ ہر سقراط کو زہر دیا اور ہر دانائے راز کو عقیدت کی کند چھُری سے ذبح کر دیا۔ ایسی قوم پر انقلاب نہیں عذاب آتا ہے۔" عذاب، خوف سے میری رگوں کا خُون جم گیا کہ اچانک ایک خوفناک دھماکہ ہوا اور در و دیوارِ منزل لرز کے رہ گئے۔ پھر گویا کوئی آتش فشاں پھٹ پڑا، زمین کے پاؤں اکھڑ گئے اور پے در پے جھٹکوں سے میری آنکھ کھلی تو حلق خشک

تھا، اور نائٹ بلب کی روشنی گھڑی پر تین کا عمل بتا رہی تھی، باہر سڑک پر ٹانگہ چلنے کی آواز تھی اور کوچوان لہک لہک کر گا رہا تھا میاں محمدؒ کے بول میرے کانوں میں گونجنے لگے ؎

نیچاں دی اشنائی کولوں فیض کسے نئیں پایا
کیکر تے انگور چڑھایا ہر گچھا زخمایا

جدید مرکز احرار

بیادگار
فدائے احرار
شیخ اللہ رکھا مرحوم

احرار ختمِ نبوّت سینٹر
اور
دار العلوم ختمِ نبوّت کا
سنگِ بنیاد

بدستہائے مبارک

پیرِ طریقت حضرت مولانا **خواجہ خان محمد** دامت برکاتہم

ضیغمِ احرار ابنِ امیرِ شریعت سید **عطاء المومن بخاری** مدظلہ العالی

۲۹ دسمبر ۱۹۸۹ء — جمعۃ المبارک

بوقت ۲½ بجے بعد نماز۔ جمعۃ المبارک

۶۰ - ای (مقابل مرکزی مسجد عثمانیہ) ہاؤسنگ سکیم چیچہ وطنی

منجانب:

تحریک تحفظ ختمِ نبوت (شعبۂ تبلیغ) عالمی مجلس احرار اسلام، **چیچہ وطنی**

فون: ۲۱۱۲ — ۵۴۴۰

اداریہ

افغانستان میں آزاد اسمٰعیلی ریاست کے قیام کی سازشیں

آغاخانی سربراہ سید منصور نادری کا فرزندِ "ناہموار"

سیّد جعفر نادری ——— جسے افغان لیڈر کی حیثیت سے امریکہ میں تیار کیا گیا ———

★

سید جعفر جو کہ وسطی امریکہ کے شہر ایلن ٹاؤن پار کا رہنے والا تھا اور میکڈائل ہوٹل میں استقبالیہ کلرک تھا افغان

نوجوان رہنما کی حیثیت میں کیسے سامنے آیا اس کے بارے میں اس کا پسِ منظر جاننا انتہائی ضروری ہے یہ ۱۹۷۶ء

کی بات ہے سید منصور اور اس تینوں بھائیوں کو سیاسی قیدی کی حیثیت میں جیل میں ڈال دیا گیا (کہتے ہیں اس دن کے بعد منصور کے تینوں بھائی پھر کہیں دکھائی نہیں دیئے) منصور نے اپنے گیارہ سالہ بیٹے جعفر کو برطانیہ میں اپنے کسی عزیز کے ہاں رہنے کے لئے بھیج دیا لیکن ڈیڑھ سال بعد ہی سید جعفر برطانیہ سے وسطی امریکہ کے شہر ایلن ٹاؤن پا میں اپنے ایک چچا کے گھر منتقل ہو گیا جہاں اُس نے جعفر نادری کے نام سے ساؤتھ ماؤنٹین مڈل سکول میں داخلہ لے لیا اور ساتھ ہی جز وقتی طور پر میکڈائل ہوٹل میں استقبالیہ کلرک سے کام شروع کر دیا۔ سید جعفر کے بارے میں اس کے ایک اُستاد نے اپنی یاد داشتوں کے حوالے سے لکھا ہے "سید جعفر بہت اچھا لڑکا تھا وہ مزاح کی حس سے بخوبی آگاہ تھا۔ اور یہی وجہ تھی کہ وہ بہت جلد دوستوں کا حلقہ بنا لیتا تھا"۔ اس کے باوجود سید جعفر اپنے بارے میں خود تسلیم کرتا ہے کہ اس کا ایک پہلو بہت خوفناک ہے۔ بعد ازاں وہ ایک موٹر سائیکل والوں کے گروہ میں شامل ہو گیا۔ ایک شب جھیل کے کنارے اس گروہ میں شامل ایک لڑکی یہ جانتے ہوئے بھی کہ جعفر مسلمان ہے اسکی موٹر سائیکل پر کود کر سوار ہو گئی۔ ۱۹۸۰ء کے ابتدائی ایام میں جب کہ روس نے افغانستان پر حملہ کیا تھا۔ اور صوبہ بغلان جو کہ جنوب مغربی حصے میں واقع ہے اور جہاں تقریباً ۲۰ لاکھ اسماعیلی جو آغاخاں کے پیروکار ہیں میں سیاسی آزادیاں بحال کر دی گئیں تھیں سید منصور کو جیل سے رہا کر دیا گیا تھا اور یوں سید جعفر گھر لوٹ آیا اور ایک مرتبہ پھر سید جعفر سامنے آیا اسکی عمر صرف سترہ برس کی تھی کہ اُس کے باپ کی فوج میں اُسے ۱۲ ہزار لڑاکا فوج میں کمانڈر تعینات کر دیا گیا۔ صوبے کی فوجی اہمیت کے پیشِ نظر جو کہ روس کے باڈر کے ساتھ واقع تھا اور جہاں ۱۰ ہزار دو سو مربع میل پر مشتمل سید جعفر کی جاگیر تھی اُس نے روس سے اسلحہ حاصل کیا اور افغانستان کے اندر جو لڑاکا جتھے موجود تھے انکی قسمت سے فائدہ اُٹھایا اور ایک مضبوط رہنما

کی حیثیت حاصل کر لی ۔

آج جب سید جعفر افغانستان کے ملحقہ قصبات میں گیا تو ایک جنگجو راہنما کی حیثیت سے اس کا بڑی گرمجوشی سے استقبال کیا گیا۔ لوگوں نے ہاتھوں میں برچھایا اُٹھائے، تلواریں لہراتے، توپوں کے دھانوں سے گولے چھوڑتے ہاتھوں میں گلدستے لئے، خواتین نے سُرخ و سفید ربن باندھے پہاڑوں کی چوٹیوں پر چڑھ کر اس کا گرمجوشی سے استقبال کیا، ایک بھیڑ/بکری صدقہ کے طور پر ذبح کی گئی۔ نفیری پر نغمے گائے گئے اور بچوں نے اس کے استقبال کی خوشی میں کشتیاں لڑنے کا اہتمام کیا سید جعفر اپنی فوج کی دیکھ بھال اور خاص طور پر توپ خانے اور بحری بجرے اور اس فوج پر جو بیس ہال قسم کی جیکٹیں پہنتی تھی نظر ثانی کرنے میں خاص طور پر شہرت حاصل کی۔

وہ کہتا میں نے امریکہ میں بہت اچھا وقت گزارہ، میں اکثر ڈھول پیٹتا (ڈرم بجاتا تھا)

"اگر میں یہاں ڈرم بجاؤں تو لوگ مجھے دیوانہ سمجھیں گے لیکن جب جنگ شروع ہوئی تو مجھے اپنی ذمہ داریوں اور گھر واپسی کا شدت سے احساس ہوا۔" ۹ سالہ روسی جنگ جو فروری میں اپنے اختتام کو پہنچی سید جعفر نے اُس پر تبصرہ کرتے ہوئے کہا۔" یہ جنگ ہم لوگوں کے لئے سو فیصد سود مند رہی اس لئے کہ آئندہ کوئی بھی حکومت ہمارے ساتھ ہماری آزاد طاقت و قوت کی حیثیت کو تسلیم کرتے ہوئے بات کرے گی۔"

چوبیس سالہ نوجوان جعفر نادری اب روسی سُرخ فوج کی ٹوپی پہنے ہوئے پہاڑوں پر گرد اُڑاتا ہے۔ وہ کہتا ہے میرا پسندیدہ گیت ہے "جہنم کی طرف ہائی وے ہے"، جعفر کی کامیابی کی بڑی وجہ اُس کے روسیوں کے ساتھ دوستانہ تعلقات ہیں وہ اکثر روانگی سے قبل اُن سے سودا کرتا ہے۔ صوبہ بغلان میں آباد اُس کے پیروکار اسمٰعیلی اور اُن کے اکثر بچے اپنے گلے میں جعفر کی تصویر تعویذ کی صورت میں پہنے ہوئے دکھائی دیتے ہیں۔ (انگریزی سے ترجمہ)

دعاء مغفرت

مجلس احرار اسلام چیچہ وطنی کے مجاہد کارکن اور دفتر احرار چیچہ وطنی کے سابق ناظم اللہ دتہ (جلد ساز) ۱۴ ر اور ۱۵ ر اکتوبر ۱۹۸۹ء کی درمیانی شب سول ہسپتال چیچہ وطنی میں انتقال کر گئے (انا للہ وانا الیہ راجعون) تمام کارکنان احرار اور قارئین نقیب ختم نبوت سے دعاء مغفرت کی درخواست ہے۔

عظمت کے مینار

حامد سراج

○ حضرت بایزید بسطامیؒ ایک رات قبرستان سے گھر کو لوٹ رہے تھے۔ راستے میں انہیں بسطام کا ایک شریف زادہ ملا جو بربط بجا رہا تھا جب وہ آپ کے قریب پہنچا تو آپ نے فرمایا:

لَاحَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْمِ۔

نوجوان نے جوش میں آکر بربط آپ کے سر پر دے مارا۔ اس کا بربط بھی ٹوٹ گیا اور آپ کے سر پر بھی شدید چوٹ آئی۔ جب آپ واپس گھر پہنچے تو صبح کے وقت بربط کی قیمت اور ایک طباق حلوے کا اس نوجوان کے پاس بھیج دیا اور خادم کو زبانی معذرت بھی کی کہ بایزیدؒ تم سے معافی چاہتا ہے اور کہتا ہے کہ کل تم نے بربط میرے سر پر توڑا اسکی قیمت لے لو اور دوسرا خرید لو اور یہ حلوہ کھا لو تاکہ اس کے ٹوٹنے کا غصہ اور تلخی تمہارے دل سے جاتی رہے۔ نوجوان نے جب آپکا یہ حسن سلوک دیکھا تو خود خدمتِ اقدس میں حاضر ہوا اور توبہ کی۔ بہت رویا۔ چند اور نوجوانوں نے اس کی تقلید میں گناہوں سے توبہ کی۔"

○ ایک دفعہ بلخ کو قحط نے گھیر لیا۔ یہاں تک کہ لوگ ایک دوسرے کو کھانے لگے۔ حضرت شفیق بلخیؒ نے ایک شخص کو بازار میں مسرور و شادماں گھومتے پھرتے دیکھا۔ آپ نے فرمایا اے غلام ... یہ خوشی اور مسرت کا کون سا موقع ہے۔ کیا تو دیکھتا نہیں کہ لوگوں کی بھوک اور قحط سے کیا حالت ہے۔ غلام نے کہا مجھے کیا ڈر ہے میں تو کسی کا غلام ہوں۔ اس کے بہت سے گاؤں ہیں اور بکثرت غلہ ہے وہ مجھے ہرگز بھوکا نہ رکھے گا یہ سن کر آپ کی حالت متغیر ہو گئی اور فرمایا۔ اے اللہ یہ غلام اپنے مالک کی وجہ سے جس کے پاس چند انبار غلے کے ہیں اس قدر خوش اور مطمئن ہے اور تو مالک الملک ہے اور ہمیشہ روزی دینے والا ہے بھلا میں کیوں غم کھاؤں اُسی وقت آپ نے دنیا سے منہ موڑ لیا اور توبہ کی اور حق تعالیٰ کی طرف متوجہ ہوئے اور توکل میں حدِ کمال کو پہنچ گئے۔ آپ ہمیشہ فرمایا کرتے تھے میں ایک غلام کا شاگرد ہوں۔

○ مکۃ المکرمہ میں ایک دن حضرت ابراھیم ادھمؒ حضرت شفیق بلخیؒ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے۔ آپ نے پوچھا "اے ابراہیم .... ! معاش کے بارے تم کیا کرتے ہو۔ فرمایا اگر کوئی چیز میسر آجائے تو شکر ادا کرتا ہوں اگر نہیں ملتی تو صبر کرتا ہوں۔ آپ کہنے لگے۔ ہماری گلی کے کتے بھی یہی کرتے ہیں اگر کوئی

چیز مل جاتی ہے تو اظہارِ شکر میں دُم ہلاتے ہیں اور اگر نہیں ملتی تو صبر کرتے ہیں۔ حضرت ابراہیم ادھمؒ نے فرمایا بھلا پھر آپ کیا کرتے ہیں؟ آپ نے فرمایا اگر ہمیں کوئی چیز مل جاتی ہے تو ایثار کرتے ہیں اور اگر نہیں ملتی تو صبر کرتے ہیں۔ حضرت ابراہیمؒ اُٹھے اور آپ کا سر چوم لیا۔

○ سلطان ملک ناصر الدینؒ قرآن شریف لکھ کر فروخت کیا کرتے اور اسی آمدن پر بمشکل تمام گزارہ کرتے تھے شاہی خزانہ سے کبھی ایک پیسہ تک نہ لیا۔ ایک دفعہ ایک قرآن شریف نہایت اہتمام اور شوق سے لکھا۔ امرائے دربار نے دیکھنے کا اشتیاق ظاہر کیا۔ آپ نے دکھایا تو سب نے تعریف کی۔ ایک اہلکار نے کہا اس لفظ پر فتح یعنی زبر ہونی چاہیئے۔ سلطان نے کہا نہیں اسی طرح درست ہے۔ اس نے اصرار کیا تو آپ نے قلمِ سرمہ سے اس پر نشان لگا دیا اور کہا کہ اس کو درست کرونگا۔ سب لوگ رخصت ہو گئے اور فقط ایک معتمد باقی رہ گیا۔ سلطان نے اس نشان کو مٹا دیا۔ معتمد نے کہا کہ اگر اس کو مٹانا ہی تھا تو اس وقت نشان کرنے کی کیا ضرورت تھی۔ سلطان نے فرمایا مجھے پورا یقین تھا کہ وہ اہلکار غلط کہہ رہا ہے اور دوسرا قرآن شریف لا کر میں اس غلطی کو ثابت بھی کر سکتا تھا لیکن میں نے اس کی دلشکنی اور شرمندگی کو گوارا نہ کیا اور نشان لگا کر اُس کی حوصلہ افزائی کر دی۔ میرا اُس سے کچھ حرج نہ ہوا۔ لیکن وہ شرمندگی سے محفوظ رہا۔

○ شاہ اسماعیل سامانی اپنی رعایا پروری اور رحمدلی کے باعث نہایت نیک نام ہو گزرا ہے۔ ایک دفعہ کسی کسان نے ایک ککڑی شاہ کی خدمت میں تحفتاً پیش کی۔ شاہ نے اُسے چکھا اور نہایت تکریم کے ساتھ اُسے اپنے پاس رکھ لیا۔ کسان کو انعام و اکرام سے نواز کر باعزّت رخصت کیا۔ ندیموں نے پوچھا پہلے آپ ہر ایک تحفہ کو حاضرین میں تبرکاً تقسیم فرمایا کرتے تھے۔ اس ککڑی کو کیوں نہ تقسیم کیا؟ شاہ نے کہا میں نے ککڑی کو چکھا تو وہ کڑوی نکلی۔ اگر آپ لوگوں میں تقسیم کر دیتا تو ہر ایک اس کو چکھ کر تھوک دیتا اور کسان اس تحفہ کے کڑوا ہونیکی وجہ سے شرمندہ ہوتا۔ لہٰذا میں نے اسے تقسیم نہ کرنے میں مصلحت سمجھی۔ تاکہ کسان کی دل شکنی نہ ہو۔

پردہ :

شیخ صاحب بھی تو پردے کے کوئی حامی نہیں
مفت میں کالج کے لڑکے اُن سے بدظن ہو گئے
وعظ میں فرما دیا کل آپ نے یہ صاف صاف
پردہ آخر کس سے ہو جب مرد ہی زن ہو گئے

(علامہ اقبالؒ)

کلچر کی بک بک

خادم حسین شیخ

"۸ ر اکتوبر ۱۹۸۹ء کے ٹی وی پروگرام "سٹوڈیو" کا موضوع تھا "کلچر" - بحث میں حصہ لینے والوں میں شامل تھے ۔ ایک آزاد خیال صحافی صفدر میر ۔ ایک ترقی پسند شاعر ظہیر کاشمیری - اجنتا کے غاروں کی تصویریں بنانے والا ایک آرٹسٹ ۔ ایک میراثی جسے جدید زبان میں موسیقار کہا جاتا ہے ۔ عنایت حسین بھٹی ، لبطن کے بندوں میں سے اسلامیات کا ایک پروفیسر ڈاکٹر رفیق جس کی ٹھوڑی پر چھوٹے چھوٹے بے ہنگم بال یوں لگ رہے تھے ۔ جیسے روٹی کو چیونٹیاں چمٹی ہوئی ہوں ۔ گھریلو زندگی کو ترک کر نیوالی نسوانیت کی باغی ایک ثقافت زدہ عورت بھی پروگرام میں شامل تھی (کہ گھر سے عورت ایک دفعہ چلی تو تو بہ ہی بھلی) "

اس نمبر سٹوڈیو میں ہمارے کلچر اور ثقافت کے حوالے سے جو کچھ کہا گیا ۔ اس میں رضیہ سلطانہ ، موہنجوڈارو ، اجنتا کے غار ، آزادی ، قومیت ، جمہوریت جیسے عنوان زیادہ غالب رہے ۔" آزادی ، جمہوریت قومیت کو اگر فروغ دیا جائے تو کسی قوم کا کلچر ۔ ایک تسلسل کے ساتھ خود بخود وجود پذیر ہوتا چلا جاتا ہے رضیہ سلطانہ ، موہنجوڈارو ۔ اجنتا کے غار ہماری ثقافت کا حصہ ہیں ۔ ہم اسی بنیادی چیزوں سے کیسے اپنا پیچھا چھڑا سکتے ہیں ۔ وغیرہ وغیرہ "

آخر میں نعیم بخاری نے موسیقار (میراثی) عنایت حسین بھٹی سے گول مول سا سوال کیا کہ ہماری ثقافت میں اسلام —— اور موسیقی .... !

عنایت حسین بھٹی نے منافقانہ ، مبہم سا جواب دیا " دیکھئے ! بخاری صاحب ! جب ہم کسی علاقے میں جا کر رہتے ہیں رہائش پذیر ہوتے ہیں ۔ سالہا سال وہاں گذارتے ہیں تو وہاں کا لباس ۔ تراش خراش کھانا پینا ہم کیسے رد کر سکتے ہیں "

اس پر وہیں بیٹھی ہوئی گنوار مردوں کی طرح کٹے ہوئے بالوں والی ایک لیکچرار عورت نے گرہ لگائی " بھٹی صاحب نے درست کہا ہے ۔ اس علاقے کی فضا ۔ آب و ہوا سے ہم کیسے بچ سکتے ہیں ؟"

اس غلط اور جاہل جواب پر نہ تو نعیم بخاری نے کچھ کہا اور نہ اسلامیات کے پروفیسر ڈاکٹر رفیق کو کوئی غیرت

آ ئی کہ موسیقی اور اسلام کے موضوع پہ بات ہو رہی تھی اور موسیقی کو مسلمانوں کی ثقافت کا لاینفک جزو قرار دیا جا رہا تھا۔ مگر کسی کو جرأت نہ ہوئی کہ زبان کھولتا کہ صاحب! ہر وہ بات جو خدا اور رسولؐ کے فرامینِ عالیہ سے ٹکرائے گی، مردود ہے۔ ناقابلِ قبول ہے۔ رَد کی جا سکتی ہے چاہے وہ کسی سیکولر (لادینی) اقدار کے حامل افراد کی رگوں میں رچ بس گئی ہو یا کسی مذہبی بہروپیے نے ہی کیوں نہ اپنا رکھی ہو۔ کھانے پینے کی ہر وہ چیز جو اسلام میں ناجائز قرار دی گئی ہے۔ مردود ہے۔ کسی علاقے کا لباس اگر ستر ڈھانپنے کا مطلوبہ مقصد پورا نہیں کرتا۔ رَد کر دیا جائیگا۔ اور موسیقی (مزامیر) تو مسلمانوں کیلئے واضح طور پر حرام قرار دی گئی ہے۔

ساز و آواز کو اسلام سے کیا نسبت ہے؟ اگر کوئی نسبت ہے تو افشا کریں انکشاف کریں

اور فن جس کا رہا نقش تصاویر پہ مائل — مانی بھی وہ کیا ہے۔ بہزاد ہے تو کیا ہے!

نعیم بخاری۔ عنایت حسین بھٹی۔ لیکچرار عورت یا تو جرأت کرتے اور صاف صاف کہتے کہ موسیقی کے بارے میں ہم اسلام کو اتھارٹی نہیں مانتے۔ ہم اسلام چھوڑ سکتے ہیں۔ موسیقی نہیں چھوڑ سکتے کہ یہ خباثت اور حرام زدگی ہماری ثقافت کا حصّہ بن چکی ہے۔ افسوس! تم میں اتنی بھی جرأت نہیں کہ اپنے جرم کا برملا اعتراف کر سکو۔ اور مسلمان تمہاری یہ بات صرف اِسی لئے تسلیم کر لیں کہ عنایت حسین بھٹی بہت بڑا میراثی ہے۔ لیکچرار عورت کی ظاہری تراش خراش بالوں کا کٹاؤ، بدلوں کا اُلجھاؤ۔ مردوں میں گفتگو کا بے باکانہ انداز سراسر اسلامی اقدار کے خلاف ہے۔ نعیم بخاری کی شادی میراثیوں کے ایک بہت بڑے خاندان میں ہوئی ہے۔

کہنا تو یہ چاہیئے تھا کہ اگرچہ موسیقی آج کل گھر گھر رچ بس گئی ہے مگر اسلام میں ساز و آواز کا کوئی جواز نہیں۔ ہم بے شک مجرم ہیں۔

عنایت حسین بھٹی نے رضیہ سلطانہ، موہنجوڈارو کے حوالے سے جہاں قرآن مجید کی یہ آیت پڑھ کر سنائی: کہ "..... تمہارے قبیلے اور خاندان اس لئے بنائے گئے کہ تم ایک دوسرے کو پہچان سکو ......" وہاں موسیقی (ایک لغو فعل) کے حوالے سے قرآن مجید کی یہ آیت اُنکی زبان پر کیوں نہ آ سکی جس میں فرمایا گیا ہے

"اور مومن وہ لوگ ہیں جو بے ہودہ کاموں سے منہ موڑنے والے ہیں" (پ۔ ۱۸، رکوع۔ ۱)

"اور لوگوں میں سے بعض ایسے ہیں جو کھیل کی باتوں کو خریدکرتے ہیں کہ بن سمجھے اللہ تعالیٰ کے راستے سے (لوگوں کو) گمراہ کریں اور اللہ تعالیٰ کی راہ پر تمسخر کرتے ہیں۔ ایسے لوگوں کے لئے ذلّت کا عذاب ہے"

(پ۔ ۱۱، رکوع۔ ۱۰)۔ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

○ "میری اُمت میں ضرور ایسے لوگ ہونگے جو کہ ریشم، شراب، اور آلاتِ لہو۔ باجہ، تنبورہ، طبلہ سارنگی وغیرہ کو حلال سمجھیں گے۔" (بخاری شریف)

○ "گانا سننا اور تال بجانا، تنبورہ، بربط، دف اور جو بھی اس قسم کی چیزیں ہیں۔ سب کا سننا اور بجانا حرام ہے۔" (نہایہ)

آپ کہتے ہیں کہ کوئی بھی آدمی کسی علاقے کے لباس۔ تراش خراش۔ رہن سہن۔ کھانے پینے کو کیسے رد کر سکتا ہے۔ کیا تمام انبیاء کرام اور آخری نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے خدائی احکام کے خلاف جاہلیت کے تمام رسم و رواج نبوت سے پہلے دور کے تہذیب و تمدن۔ رہن سہن۔ عمرانی اقدار (لڑکیوں کا زندہ مار دینا۔ سود۔ شراب مسلسل لڑائیاں۔ بتوں کی پوجا۔ حرم کعبہ کا ننگا طواف) ایسی تمام چیزوں کو رد نہیں کیا تھا؟ اور حجۃ الوداع کے خطبہ میں خدا کے آخری پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام آنے والے مسلمانوں کو اپنے اسوۂ حسنہ پر قائم رہنے کی تلقین نہیں کی؟

بخاری صاحب! آپ کے اس سارے پرچار کا مطلب یہ ہے کہ آپ اور آپ کے مذاکرے کے حواریوں کو رسولِ پاکؐ کی تعلیمات کے خلاف۔ پرانے تہذیب و تمدن اور اپنے آباؤاجداد کا دین نہ چھوڑنے والے مشرکینِ مکہ کی تائید کرنے والوں میں شمار کر لیا جائے۔ جو اسی طرح کہتے تھے کہ ہم اپنے آباؤاجداد کا دین کیسے چھوڑیں۔

نعیم صاحب! اگر آپ زندگی کے ہر مرحلہ پر خدا کے فرامین اور رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے اُسوۂ حسنہ کو سامنے رکھتے ہیں تو آپ مہذب ہیں۔ شائستہ ہیں۔ آپکی بات سننے کے قابل ہے اور اگر آپ منافقانہ چالوں اور کمیونسٹ حیلہ سازیوں سے ایسے غلط سلط پروگراموں کے ذریعے۔ قوم کو گمراہ کرنے کی مسموم کوشش میں مبتلا ہیں۔ تو آپ بے شک رضیہ سلطانہ کی اولاد تو نہیں مگر موہنجوڈارو کی پیداوار ضرور ہیں۔ اجنتا کے غاروں کے گندے کیڑے ہیں۔ آپکا مسلمان اکابر سے کوئی تعلق نہیں۔ بالکل اس طرح جس طرح جی ایم سید اور پلیجو اینڈ کمپنی کہتی ہے کہ وہ راجہ داہر کی اولاد ہیں۔ محمد بن قاسم سے اُنکا کوئی تعلق نہیں ہے۔

"بمصطفیٰ برساں خویش را کہ دیں ہمہ اوست اگر باو نرسیدی تمام بولہبی است"

بخاری صاحب! میگزین "دھنک" کی اشاعت جنوری ۱۹۷۵ء کا اداریہ "کلچر کی بک بک" آپ کے ملاحظہ کیلئے یہاں نقل کیا جاتا ہے جسے سرور سکھیرا نے لکھا اور بہت اچھا لکھا ہے:

"جب بھی قوم سنجیدہ مسائل سے دوچار ہوتی ہے تو بیتاب ذہنوں کو کلچر ایسے گورکھ دھندوں میں اُلجھانے کی کوشش

کی جاتی ہے۔ آج کل کلچر کی سرکس شہر شہر گھوم رہی ہے۔ ہم وینیز ویلا یا سسلی میں نہیں رہتے کہ ہمیں تم یہ بتانے چلے ہو کہ ہم کیا ہیں۔ گھونگھرو اور رنگ برنگے کپڑوں میں ملبوس لڑکوں سے تال ملا کر ناچتی ہوئی لڑکیاں ہمارا کلچر نہیں ہیں ہمارا کلچر بھوک ہے، پیاس ہے، استحصال ہے ظلم ہے، نشہ ہے، دھکے شاہی ہے خیانت ہے (عوام ریلوے کا مسلسل تشدد ہے) سونے کی بائیس ڈھیریاں اور ستائیس کروڑ بھوکے پیٹ ہیں۔ اکھڑتی سڑکیں۔ ٹوٹتی ٹیلیں اور دریا کے بہتے ہوئے بند ہیں۔ ہمارا کلچر سدا سے وطن فروشی ہے ہمارا کلچر میر جعفر ہے۔ ہمارا کلچر میر صادق ہے۔ ہمارا کلچر فیض احمد فیض ہے۔ ہم پاکستانی فلمیں بہت دیکھ چکے ہیں اور کرنا چاہتے ہو تو کام کی بات کرو۔ عقل کی بات کرو۔ خلوص کی بات کرو۔ بقا کی بات کرو۔"

بخاری صاحب! آپ زین صاحب سے لیکر اسلم اظہر تک دیدہ دانستہ۔ دینی اقدار کے خلاف۔ کلچر کے نام پر ایک مہم میں شامل ہیں۔ آپ بخوبی سمجھتے ہیں کہ کمیونسٹ اور لادینی عناصر نے پاکستان سے اسلامی اقدار و اسلاف کو ختم کرنے کا یہ ایک نیا طریقہ نکالا ہے۔ اور آپ جیسے بہت سارے لوگ ترقی پسندی کا لیبل لگا کر اُن کیلئے ٹولوں کے طور پر کام کر رہے ہیں۔

پچھلے دنوں آپ کے مہنگائی والے پروگرام میں ایک عورت نے جب کہا۔ کہ ایم این اے، ایم پی اے الیکشن سے پہلے گھر گھر آتے ہیں، بیشمار وعدے کرتے ہیں۔ کہتے ہیں۔" ہم آپ کے خادم ہیں۔ بیمار کو دوا لاکر دیں گے۔ بھوکے کو روٹی کھلائیں گے"۔ مگر جب منتخب ہو جاتے ہیں تو اُن کی ساری باتیں مشرقی معشوق کی کہہ مکرنیاں ثابت ہوتی ہیں جس کے چھ سات بچے ہوں۔ مہنگائی میں کیسے گزارہ کرے گا؟

تو آپ نے اس عورت کو کہا۔" بی بی کچھ منصوبہ بندی سے بھی کام لے لیا کریں نا"..... ؟ ہال میں تالیاں بجیں اور آپ اس غریب عورت کو شرمندہ کرکے بہت خوش ہوئے۔

بخاری صاحب! آپ سے سوال ہے۔ اگر اس عورت کی جگہ آپ کی بہن کھڑی ہوتی۔ تو آپ اس سے اسی طرح بات کرتے اور اگر آپ کا جواب مثبت میں ہے۔ تو آپ کے اس نام نہاد کلچر اور فحاشی و بے حیائی کی حامل ثقافت پر ہزار بار لعنت ۔ بے شمار۔ بکارِ ثواب!

قمرالحسنین قمر

ڈسکونسل کا ترانہ

میں ہوں پاکستان کا باسی اور ہوں پکّا مومن
میری دُنیا نشو، نازی یا زرقا یا نیلم
ناچ اور گانا عشق محبت اپنا دین ایمان
اچھلو کودو گاؤ ناچو مل کے سارے مسلم
پاکستان بنایا ہم نے ہم ہیں اسکے مالک
ملّاؤں کو مار بھگاؤ پاک کرو یہ سرگم
دین اسلام کی بات کرو تو کہے "سول" سدھارد
اپنی ارضِ پاک ہے سُر میں روشنی کر دو مدہم
اپنا شیوہ پیشہ سُر ہے تاک دھنا دھن تاک
عزّت عظمت کا یہ گُر ہے تاک دھنا دھن تاک
میری دنیا ناچ اور گانا اس سے ہے ارضِ پاک
ناچ ری گوری ناچے جا تو تاک دھنا دھن تاک

دیدہ ور

پولیس کا ہے فرض۔ مدد آپ کی

○ عامر ہسپتال میں بے ہوشی کے عالم میں بڑبڑا رہا تھا۔ باہر اسکی بہن دھاڑیں مار رہی تھی، ہسپتال میں لائے جانیوالے نوجوان کے جسم کے نازک حصوں میں ضربات لگائی گئی ہیں۔ ڈاکٹر کا بیان ——
میں اچھرہ تھانے سے اپنے بچوں کو چھڑانے کیلئے ایک لاکھ روپے ساتھ لیکر گئی تھی (زمرد بیگم)
کسی کو لائن حاضر کئے جانے کا حکم نہیں ملا۔ (محرر کا بیان)
جب بہن بھائی کے رشتے کا پتہ چلا تو رہا کر دیا۔ (پولیس آفیسر) جنگ : ۱۴ $\frac{1}{89}$

○ اداکارہ سے زیادتی پر انسپکٹر لائن حاضر۔ اے ایس آئی اور دو کانسٹیبل معطل —— مصدقہ اطلاع کے بغیر کسی خاتون کے خلاف کارروائی پر اہل کار کو سزا دی جائیگی۔ (آئی۔جی) "جنگ" ۱۲ $\frac{1}{89}$

○ تھانے دار نے عشق میں ناکامی پر میری زندگی تباہ کر دی۔ مجھے من گھڑت مقدمے میں ملوث کرکے ۲۲ دن جیل میں رکھا —— بس سے اتار کر ساری دنیا کے سامنے ذلیل کیا گیا۔ تھانے دار مجھ سے تعلقات قائم کرنا چاہتا تھا۔ "جنگ" ۱۶ $\frac{1}{89}$

○ سب انسپکٹر تھانہ راوی روڈ لاہور۔ خالد محمود خان کو رشوت لیتے ہوئے رنگے ہاتھوں گرفتار کر لیا گیا۔ (جنگ : ۸ $\frac{1}{89}$)

○ ڈاکوؤں کی دن دہاڑے اچھرے میں واردات مسلح ملزم اڑھائی بجے کے قریب گھر میں گھس آئے اور دو سالہ بچے کی گردن پر خنجر رکھ دیا۔ (جنگ : ۲۰ $\frac{1}{89}$)
تھانہ جانے کے باوجود مغویہ خاتون کی مدد نہ کرنے پر تھانیدار کی عدالت میں طلبی۔ جنگ ۲۰ $\frac{1}{89}$

○ ہائیکورٹ سے رٹ واپس نہ لینے پر ۶۵ سالہ بڑھیا اور اسکے بیٹے پر پولیس تشدد۔ ۷۰ سالہ بوڑھے کو منشیات رکھنے کے الزام میں جیل بھجوا دیا گیا۔ پولیس کے خلاف گواہ کو بھی مار اپیٹا گیا۔ (جنگ ۱ $\frac{1}{89}$)

○ سمن آباد پولیس کا آپریشن نائٹ۔ مار دھاڑ کے بعد نوجوانوں کو ساتھ لے گئے لڑکیوں نے پولیس کو دیکھ کر سروں پہ دوپٹہ لیا تو اہلکاروں نے کہا "کیا شادی میں آئی ہو"۔ پولیس والوں نے پہلے باپ کو بھی تین دن تھانے میں رکھ کر تشدد کیا۔ (جنگ ۶ $\frac{1}{89}$)

○ بیٹی کے اغوا کے صدمے نے بوڑھے باپ کی جان لے لی۔ مرنے والا تھانے کے چکر لگاتا رہا۔ پولیس والوں نے ساتویں جماعت کی طالبہ کے اغوا کا پرچہ درج نہ کیا۔ باپ مرگیا تو ایڈیشنل آئی جی کے حکم پر پرچہ درج ہوگیا۔ تھانیدار نے مرنیوالے کی بے عزتی بھی کی تھی۔ (جنگ ۱/۱۰/۸۹ ۶)

ملک میں مکمل امن و امان ہے

○ قلعہ رائے سنگھ کے قریب ڈاکوؤں نے فلائنگ کوچ لوٹ لی۔ کوچ کو شاہراہ سے دور لے جاکر خواتین سے زیورات اُتروا لئے گئے۔ کوچ گوجرانوالہ سے فیصل آباد جارہی تھی۔ (جنگ ۱/۱۰/۸۹ ۵)

○ کچا فیروز پور روڈ پر سکوٹر سوار سے چار لاکھ روپے چھین لئے۔ مسلح افراد نے سکوٹر سوار کو روک کر فائرنگ شروع کر دی اور لوٹ کر فرار ہوگئے۔ (جنگ ۱/۱۰/۸۹ ۴)

○ تھانہ مانوالہ کے نزدیک لاہور کی فلائنگ کوچ لوٹ لی گئی۔ ڈاکوؤں نے مسافروں کو قطار میں کھڑا کر کے تلاشی لی۔ خواتین سے جبراً زیورات چھینے۔ (جنگ ۱/۱۰/۸۹ ۴)

○ ہتھوڑا گروپ نے ملتان میں دو اور افراد کو موت کے گھاٹ اُتار دیا۔ مرنے والے دونوں مزدور ایک زیر تعمیر مکان کے احاطے میں سو رہے تھے۔ ایک اور واردات میں ایک مزدور زخمی ہوگیا۔
(جنگ: ۱/۱۰/۸۹ ۲)

○ فیصل ٹاؤن میں ڈاکوؤں کی فائرنگ سے محنت کش ہلاک ہوگیا۔ نامعلوم افراد نے سامان اُٹھانا چاہا مزدور کی مزاحمت پر فائرنگ کر دی (جنگ ۱/۱۰/۸۹ ۲)

○ ہال روڈ پر دن دہاڑے فائرنگ۔ ایک شخص شدید زخمی ہوگیا۔ زخمی نے واردات سے قبل پولیس کو اطلاع دی تھی کہ اُسے ملزمان سے جان کا خطرہ ہے۔ (جنگ ۱/۱۰/۸۹ ۲)

○ گذشتہ روز گرفتار ہونیوالے گروہ کے ایک رکن عمران علی کے بھائی محبوب علی نے الزام لگایا کہ میرے بھائی کو تقریباً چار روز قبل ایک لڑائی کے کیس میں ماڈل ٹاؤن پولیس نے گرفتار کیا تھا۔ جبکہ میرے بھائی کو ڈاکوؤں کے گروہ میں ناجائز طور پر ملوث کیا گیا ہے کہ میرے بھائی کا جس شخص سے جھگڑا ہوا تھا وہ ایک پولیس افسر کا رشتہ دار ہے۔ (جنگ ۱/۱۰/۸۹ ۲۲)

خادم حسین شیخ

زبان میری ہے بات اُن کی

❀ بے نظیر کو وزارتِ عظمیٰ میں نے دلوائی تھی۔ (ولی خان)

ہوئے تم دوست جس کے دشمن اس کا آسمان کیوں ہو۔

❀ سندھ میں شراب کی دکانیں کھولنے کے لئے لائسنس جاری نہ کئے جائیں۔

(وزیراعظم کی صوبائی حکومت کی ھدایت)

شکریہ! لائسنس کے بغیر تو بہت مل جاتی ہے۔

❀ مصطفیٰ کھر بالآخر اپنے ساتھیوں میں واپس آگیا۔ (ایک خبر)

پہنچی وہیں پہ خاک جہاں کا خمیر تھا۔

❀ ہماری ثقافت بے نظیر۔ سوچ بے نظیر اور وزیراعظم بھی بے نظیر ہیں۔ (بیگم بھٹو)

ہماری بیٹی بے نظیر۔ داماد بے نظیر اور سمدھی بھی بے نظیر ہیں۔

❀ لڑائی میری طرف سے شروع نہیں ہوگی۔ چوڑیاں بھی نہیں پہن رکھیں کسی نے وفاق کیلئے خطرہ بننے کی کوشش کی تو ٹوٹ جاؤں گا۔ (کھر)

وقت و حالات بھول جاتے ھیں ○ اک اک بات بھول جاتے ھیں

حد تو یہ ہے کہ لوگ لمحوں میں ○ اپنی اوقات بھول جاتے ھیں

❀ سیف گیمز میں ۲۲ پاکستانی خواتین کھلاڑی حصہ لے رہی ھیں۔

جمہوریت بحال ہوگئی ہے۔ کھلے ای کھاؤ تے ننگے ای نہاؤ

❀ یہ بھی غلط ہے کہ بے نظیر اپنے والد کا انتقام لے رہی ہے۔ (نصرت بھٹو)

کھانے کے گال۔ نہانے کے بال چھپے نہیں رہتے۔

❀ وفاقی محکموں میں خواتین کیلئے ۵ فیصد کوٹہ مقرر کر دیا گیا۔ (ایک خبر)

زنانہ حکومت کی طرف سے دفتری اہل کاران کے لئے مستقل تفریح کا سامان۔

❀ اپنی زندگی کسی آزادی کے تحفظ کے لئے وقف کر دیں۔ (بے نظیر)

خاص طور پر مادر پدر آزادی کیلئے ۔

❁ شراب پی کر گشت کرنے والا ایس پی گرفتار (ایک خبر)

شریف لوگ بھی ہوتے ہیں پینے والوں میں
ہر ایک سے اچھا نہیں ٹھٹھول اے ساقی !

❁ پیپلز پارٹی مجاہدین کی جیتی جنگ ہروا رہی ہے ۔ (۲۵ ۔ ارکان اسمبلی)

شہید شاہنواز اور غازی مرتضیٰ کے محسنوں کو بھلا کون ناراض کر سکتا ہے ۔

❁ وزیر اعظم بے نظیر بھٹو ۔ دسمبر میں دوسرے بچے کی ماں بننے والی ہیں (انڈی پینڈنٹ)

آپ کو کیا اعتراض ہے ؟

❁ ہیجڑوں نے پولیس کے خلاف اجلاس طلب کر لیا ۔ (ایک خبر)

کر سکتے ہیں کہ جمہوریت میں ایک ہیجڑا بھی وزیر اعظم بن سکتا ہے ۔

❁ وزارت اعلیٰ خود میرے پاس آئے گی (کھر)

وہ حسینوں کی زلفیں کہاں تیری قسمت
تو کھوتی کی پوچھل پکڑ تھام دینا

❁ حیدر آباد میں نقاب پوشوں کا راج ۔ (ایک خبر)

اگر یہ پیپلز پارٹی کے کارکن نہیں ہیں تو وہ انہیں اپنے صوبے میں بھی پکڑنے سے گریزاں کیوں ہے ۔ ؟

❁ مجتبی بہت " موزوں " شخص ہیں ۔ اللہ کرے انکی ناراضگی ختم ہو جائے ۔ (بے نظیر)

دل کا گھاؤ ۔ رانی جانے یا راؤ ۔

❁ والدین نے لڑکیوں کو کھیلنے کی اجازت دی ہے تو باقی کیوں پریشان ہیں (نادرہ خاکوانی)

تہذیب نو کے منہ پہ وہ تھپڑ رسید کر
جو اس حرامزادی کا حلیہ بگاڑ دے

❁ جعلی سرٹیفکیٹ اور غیر حاضر رہنے کے الزام میں دو کانسٹیبل برطرف (ایک خبر)

ڈاکوؤں کے گروہ میں دو اور ساتھیوں کا اضافہ ۔

❁ دس ماہ میں پاکستان کے اخبارات کے دفاتر پہ ۲۰ سے زیادہ حملے۔ ان حملوں میں ملوث کسی شخص کو گرفتار نہیں کیا گیا۔ (صحافیوں کا احتجاج)

ابتدائے جمہوریت ہے، روتا ہے کیا
آگے آگے دیکھئے ہوتا ہے کیا

❁ ملاؤں کی مجھے کوئی پرواہ نہیں (بے نظیر)

لوگ ہم سے گریزاں کیوں ہیں
ڈاڑھی ہے کوئی خارِ مغیلاں تو نہیں

❁ آزادیٔ ضمیر کیلئے فضا سازگار ہے (ریٹائرڈ جسٹس جاوید اقبال)

اس لئے کہ اسی فضا میں آپ کے والد (علامہ اقبالؒ) کو ہوس پرست، عیاش، خوشامدی اور طوائفوں کی تہذیب کا وارث کہا گیا ہے۔

❁ ہماری حکومت بہت مضبوط ہے (بے نظیر۔ وزیراعظم)

تمہارے باپ نے بھی یہی کہا تھا۔ "میری کرسی بہت مضبوط ہے۔"

❁ کھلاڑی خواتین گھروں والا لباس پہن رہی ہیں۔ (اسلم مرزا)

آپ کی بیٹیاں گھریلو لباس پہن کر سیف گیمز میں خواتین کی قومی نمائش میں حصہ لیتیں تو تماشبینوں کا لطف اور دوبالا ہو جاتا۔

❁ ملک اب زنانہ قیادت کا متحمل نہیں ہو سکتا (فضل الرحمٰن)

ع ہائے اس زود پشیماں کا پشیماں ہونا

❁ ہم ایوان کے فیصلے کو تسلیم کرتے ہیں لیکن ہماری شکست کا سبب یہ ہے کہ پی پی نے ہمارے ۲۲ ممبران کو اسمبلی میں نہیں آنے دیا۔ (جتوئی)

شاباش اور محنت کریں، دل کھٹا نہ کریں۔ سالانہ امتحان میں فیل ہوئے ہیں تو ضمنی میں ضرور کامیاب ہوں گے، اور دیکھیں ماسٹر نصراللہ خان حقے والی سرکار پھندنا ٹوپی والے کے پاس ٹیوشن ضرور پڑھیں۔

❁ ہم چاہتے ہیں ملک میں ترقی ہو، رشوت ہو۔ (عدم اعتماد والے اجلاس میں وزیراعظم کا بدحواسی فرمانا بجا ہے۔ ترقی ہو۔ رشوت ہو۔ عدم اعتماد نہ ہو۔

جاوید خٹک

کیا چاہتے ہو؟

(احسان دانش مرحوم سے معذرت کے ساتھ)

میرے اعمال سے اطوار سے کیا چاہتے ہو
آخر اِس دَور کے کردار سے کیا چاہتے ہو

چند طوطے بھی غنیمت ہیں اگر بن جائیں
اور تعلیم کے معیار سے کیا چاہتے ہو

بلیک کرتا ہے تو کیا حج بھی تو کر آتا ہے
اور سوداگرِ دیں دار سے کیا چاہتے ہو

کالے داموں بھی میسر نہیں گوری چینی
اور اِس گرمیٔ بازار سے کیا چاہتے ہو

ٹیکس کے نام پہ دیتا ہے ہزاروں کی زکوٰۃ
اور اِس ملک کے زردار سے کیا چاہتے ہو

کارواں سارا ہی گم کردۂ منزل ہے یہاں!
پھر بھلا قافلہ سالار سے کیا چاہتے ہو

ننگی تصویریں بھی ہوں خبریں بھی، افسانہ بھی
ایک دُو روپے کے اخبار سے کیا چاہتے ہو

وہ کرے فکرِ سخن یا ہو اُسے فکرِ معاش
دوستو! شاعرِ نادار سے کیا چاہتے ہو

مسکرا دیتے ہو جاوید کے اشعار پہ تم
اور جاوید کے اشعار سے کیا چاہتے ہو

رپورتاژ: سید محمد کفیل بخاری

⊙ حضور علیہ السلام کی شریعت اور اُسوۂ حسنہ ہماری مشکلات کا واحد حل ہے۔

⊙ آج کا مسلمان اسلام کی بجائے جمہوریت کی حکمرانی کے لئے کوشاں ہے۔

⊙ علامہ اقبالؒ نے فرمایا تھا:
قادیانی اِسلام اور وطن دونوں کے غدّار ہیں۔

⊙ ایوانِ محمود ربوہ کے سامنے فدائینِ ختم نبوّت کا ایمان پرور اجتماع۔

ربوہ میں گیارھویں سالانہ "سیرت کانفرنس" سے قائدِ تحریکِ ختم نبوّت سیّد عطاء المحسن بخاری کا خطاب!

ربوہ، چنیوٹ سے تقریباً آٹھ کلومیٹر کے فاصلے پر سرگودھا روڈ پر واقع ہے۔ دریائے چناب کا پُل کراس کریں تو سڑک کے دائیں بائیں مرزائیوں کے خود ساختہ بہشتی مقبرے اور دوزخی مکینوں کا کھیل شروع ہو جاتا ہے۔ آزادی کے بعد پنجاب کے گورنر سر فرانسس موڈی نے مرزائیوں کو ملکہ برطانیہ اور برطانوی مفادات کے تحفظ کے صلہ میں یہ قطعۂ ٹکوں کے عوض دیا۔ پاکستان کے پہلے وزیر خارجہ سر ظفر اللہ مرزائی نے اس سازش میں اہم کردار ادا کیا۔ ربوہ ۱۹۷۴ء تک مرزائی ریاست تھی یہاں کی اکثر آبادی مرزائی ہے اور مسلمان اُن کے مقابلے میں کم ہیں اس شہر میں مرزائیوں کی اجازت کے بغیر کوئی شخص داخل نہیں ہو سکتا تھا مئی ۱۹۷۴ء میں ربوہ ریلوے سٹیشن پر مرزائیوں کی مسلمان طلبا کے ساتھ غنڈہ گردی اور قاتلانہ حملہ کے نتیجہ میں تحریکِ ختم نبوت برپا ہوئی۔ مرزائیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دیا گیا۔ اور ربوہ کو کھلا شہر۔ تب لوگ سوچا کرتے تھے کہ کبھی ربوہ میں مسلمانوں کا مرکز بنے گا؟ الحمد للہ فروری ۱۹۷۶ء میں ربوہ کی تاریخ میں پہلی بار مجلس احرار اسلام کے اکابر و کارکن فاتحانہ انداز میں داخل ہوئے۔ قائد احرار جانشین امیر شریعت حضرت مولانا سیّد ابو معاویہ ابوذر بخاری مدظلہ نے اپنے دستِ حق پرست سے ربوہ کی تاریخ میں مسلمانوں کی سب سے پہلی "جامع مسجد احرار" کا سنگِ بنیاد رکھا اور ابنِ امیر شریعت سید عطاء المحسن بخاری کی امامت میں مسلمانوں نے ربوہ میں پہلی نماز جمعہ ادا کی۔ پولیس کی ناکہ بندیاں، جانشینِ امیر شریعت اور دیگر کارکنان و رہنمایانِ احرار

کی گرفتاریاں۔ تشدد۔ خوف و ہراس سب حربے اللہ کی تائید و حمایت کے سامنے خاک ہو گئے

مجلسِ احرارِ اسلام کے شعبۂ تبلیغ "تحریکِ تحفظِ ختمِ نبوت" نے مولانا اللہ یار ارشد کو مسجدِ احرار میں مبلغ مقرر کیا اور فتنۂ مرزائیت کے محاسبہ و تعاقب کیلئے علاقہ کے مسلمانوں میں تبلیغ و دعوت کا کام تیز کر دیا۔ مسلمانوں کے سماجی مسائل پر بھرپور توجہ دی اور سال میں دو اجتماعات منعقد کرنے کا فیصلہ کیا۔ (۱) ۱۲ ربیع الاول کو مسجدِ احرار میں سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے عنوان سے ایک روزہ کانفرنس اور جلوس۔ (۲) مارچ میں ایک روزہ شہدائے ختمِ نبوت کانفرنس۔

اس مرتبہ گیارہویں سالانہ سیرت کانفرنس اور جلوس میں قائد تحریک ختم نبوت حضرت سید عطاء المحسن بخاری مدظلہ نے فکر انگیز خطاب فرمایا۔ کانفرنس کی صدارت الحاج صوفی عبدالرحیم نیازی نے کی۔

قائدِ محترم نے فرمایا:

سیرتِ طیبہ مسلمانوں اور پوری کائنات کے انسانوں کے لئے نجات کا پیغام ہے۔ حضور علیہ السلام کے اُسوۂ حسنہ سے کفر و اسلام میں فرق واضح ہوتا ہے۔ نبی کی سیرت ہی صراطِ مستقیم ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دینِ اسلام کی دعوت و تبلیغ کے راستے میں اتنے دکھ اور تکالیف برداشت کر کے انسانوں کو راحت پہنچائی اسی صبر اور مثالی و ابدی کردار نے دنیا کو آپکی طرف متوجہ کیا اور پھر دیکھتے دیکھتے لاکھوں صحابہ کرام دینِ اسلام کی دولت سے مالا مال ہو کر ایمان و یقین سے مسلح ہو کر تبلیغ و جہاد کے لئے گھروں سے نکل کھڑے ہوئے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم و رضوانہ کی مخلصانہ محنت کے نتیجے میں اللہ پاک نے انہیں دین کی حکمرانی کی نعمت سے نوازا اور آخرت میں نجات و فلاح کی سند بھی عطا کی۔

آج مسلمان خالص دین کی حکمرانی کی بجائے جمہوریت اور دیگر نظام ہائے ریاست و سیاست کی حکمرانی کے لئے کوشاں ہے۔ اور پھر تاویل کا سہارا لیکر اسلام کو باطل نظاموں میں خلط ملط کرتا ہے یہی وجہ ہے کہ نہ حق پرست دینی قیادت سامنے آتی ہے اور نہ اسلام مسلمانوں کے ملک پر حکمران ہے۔ آپ نے فرمایا کہ تمام حالات و مسائل اور مشکلات کا ایک ہی حل ہے اور یہی وقت کا سب سے بڑا تقاضا ہے کہ مسلمان من حیث المجموع اور دینی و سیاسی رہنما بالخصوص نفاذِ دینِ اسلام کی قدرِ مشترک پر جمع ہو کر اسلام کے نام پر حاصل کئے گئے۔ ملک میں اسلام کی حکومت قائم کریں

۴۷ء ۵۳ء ۷۴ء ۷۷ء میں اسلام کے نام پر جانیں قربان کرنیوالے ہزاروں مسلمانوں کا خون

ہم پر قرض ہے ۔ اور ہمیں مسلسل پکار رہا ہے ۔

آپ نے فرمایا!

مرزائیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دینا بھٹو مرحوم کا بہت بڑا کارنامہ ہے اور جب بھٹو کو پھانسی دی گئی تو مرزائیوں اور اُن کے مذہبی وڈیرے نے پورے ملک میں جشن منایا اور کہا کہ یہ ہماری بد دعاؤں کا نتیجہ ہے ۔ لیکن آج یہ بات انتہائی افسوسناک ہے کہ موجودہ حکومت مرزائیوں کی سرپرستی کر رہی ہے انہوں نے کہا کہ بے نظیر اپنے والد مرحوم کے عمل کی روشنی میں اپنی پالیسیاں مرتب کرے ۔ مسئلہ ختم نبوت انتہائی حساس ہے جس پر پوری اُمت مسلمہ کا اجماع ہے اس مسئلہ پر پی پی حکومت کو مسلمانوں کا ساتھ دینا چاہیئے اور تمام اعلیٰ عہدوں پر مسلط مرزائیوں کو فوراً برطرف کیا جائے ۔ انہوں نے کہا کہ ہم مرزائیوں کو دعوت فکر دیتے ہیں وہ اس بات پر غور کریں کہ نبوت کسبی "نہیں" وھبی" ہے ۔ اگر اطاعت سے نبوت مل سکتی ہے تو مرزا غلام احمد کی اطاعت کرنے والوں میں سے کیوں کوئی نبی نہیں اور اگر نبوت جاری ہے تو پھر مرزا صاحب کے بعد اور کوئی نبی کیوں نہیں ؟ کسی افسر کا فرمانبردار چپڑاسی کبھی اطاعت کی وجہ سے افسر نہیں بنا انہوں نے مرزائیوں کے اس الزام کو غلط قرار دیا کہ مسلمان مرزا صاحب کو گالیاں دیتے ہیں ۔ حالانکہ مرزا صاحب نے اپنی کتابوں میں اپنے نہ ماننے والوں کو جنگل کا سور اور عورتوں کو کتیا لکھا ہے جو کسی شریف انسان کی زبان نہیں چہ جائیکہ نبی ایسی بات کرے انہوں نے کہا کہ نبی کی زبان تو کوثر و تسنیم سے دھلی ہوتی ہے اور اس پر وہی لفظ جاری ہوتے ہیں جو اللہ کا حکم ہوتے ہیں ۔ انہوں نے کہا کہ ربوہ میں مرزائی ہمارے بزرگوں کو علی الاعلان گالیاں دیتے ہیں ۔ ہمارے کارکنوں کو مارتے پیٹتے ہیں ۔ ہمارے مبلغ مولانا اللہ یار ارشد پہ دو بار قاتلانہ حملہ کر چکے ہیں ، غریب مسلمانوں کا مال و اسباب لوٹتے ہیں لیکن ہم خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت پر عمل کرتے ہوئے انہیں اس عمل بد کے جواب میں ہدایت کی دعا دیتے ہیں ۔

مجھے مرزائیوں کی طرف سے اکثر ایسے خطوط موصول ہوتے ہیں جن میں مجھے ، میرے والد مرحوم سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ اور دیگر احرار رہنماؤں کو گالیاں تحریر ہوتی ہیں اور قتل کی دھمکیاں بھی ۔ یہ مرزائیوں کا شیوہ ہے کہ وہ مسلمانوں اور انسانوں کے حقوق پامال کرتے ہیں جبکہ دین اسلام انسانوں کے حقوق کا تحفظ کرتا ہے ۔ انہوں نے واضح طور پر کہا کہ پاکستان کی حکومت اسلامی نہیں اگر یہاں اسلامی حکومت قائم ہو گئی تو پھر مرزائیوں کیلئے دو ہی راستے ہوں گے ۔ وہ اسلام قبول کرلیں یا مرتد کی شرعی سزا قبول کر لیں کیونکہ

اسلام کا مقصد اسلام کی حکومت کے سوا کچھ نہیں ہوتا اور اسلام اپنے غداروں کو کبھی معاف نہیں کرتا بلکہ دنیا کا کوئی بھی نظام غدار کو زندہ رہنے کا حق نہیں دیتا۔ انہوں نے بعض نام نہاد لبرلز اور سیکولرز کی روا داری کو تنقید کا نشانہ بناتے ہوئے کہا کہ جو لوگ ہم مسلمانوں سے یہ مطالبہ کرتے ہیں کہ مرزائیوں کو کلمۂ طیبہ اور دیگر شعائر اسلامی کے استعمال سے نہ روکا جائے میں اُن سے پوچھتا ہوں کہ اگر ہندو اور سکھ اپنی کتابوں پر بھی ایمان رکھیں اور اسلامی شعائر بھی استعمال کریں تو کیا انہیں مسلمان کہا جائے گا۔ اور اگر کوئی پاکستان میں رہ کر بھارتی مفادات کیلئے کام کرے اور پاکستان کا جھنڈا اٹھا کر کہے کہ مجھے پاکستانی قوم کا ایک حصہ سمجھا جائے میں بھی پاکستانی ہوں اور پاکستانی حیثیت سے میرا احترام کیا جائے تو آپ کا قانون اُسے ایسا کرنے کی اجازت کیوں نہیں دیتا ؟

یہی صورتحال مرزائیوں کی ہے وہ مرزا غلام احمد کی جھوٹی نبوت پر ایمان رکھتے ہیں اور حضورؐ کی ختم نبوت کا اعلان بھی کرتے ہیں وہ رہتے تو پاکستان میں ہیں اور کام اسرائیلی اور بھارتی مفادات کے لئے کرتے ہیں۔ اس لئے انہیں نہ تو مسلمان کہا جا سکتا ہے۔ اور نہ پاکستانی۔ علامہ اقبال نے ٹھیک ہی فرمایا تھا کہ قادیان اسلام اور وطن دونوں کے غدار ہیں۔ کانفرنس کے اختتام پر ایک بہت بڑا جلوس مسجد احرار سے نکالا گیا جو قائد تحریک ختم نبوت سید عطاء المحسن بخاری کی قیادت میں ربوہ شہر سے گزر کر مسجد بخاری پہنچ کر ختم ہوا۔

قائد محترم نے " ایوانِ محمود" ربوہ کے سامنے سرخپوش احرار رضاکاروں کے ایک بڑے اور منظم جلوس سے بھی خطاب فرمایا۔ جب احرار رضاکاروں، فدائینِ ختم نبوت کا طویل جلوس ربوہ کے بازاروں سے گزرا تو فضا اللہ اکبر، محمد پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم صحابہؓ رہبر۔ ختم نبوت زندہ باد۔ شہدائے ختم نبوت زندہ باد کے فلک شگاف نعروں سے گونج اُٹھی

ایوانِ محمود کے سامنے احرار سرخپوشوں سے خطاب کرتے ہوئے آپ نے فرمایا :

میرے مسلمان بھائیو ! آج ہم ایک طویل جدوجہد اور بے شمار جانی و مالی قربانیوں کے بعد ربوہ میں یہ عظیم الشان منظر دیکھ رہے ہیں ہم امن و محبت کے داعی ہیں اخلاق ہماری جدوجہد کا زیور ہے۔ آپ نے جلوس سے کچھ فاصلے پر کھڑے ہوئے مرزائیوں سے مخاطب ہو کر فرمایا۔ آج مرزائی دوست ہمیں یہ الزام دیتے ہیں کہ ہم مسلمان مرزا صاحب کو گالیاں دیتے ہیں۔ جبکہ یہ بات حقیقت کے برعکس ہے اگر

مرزا غلام احمد کے پیروکار اسکی کتابوں کا حقیقت پسندی کے ساتھ بغور مطالعہ کریں تو انھیں حق پہچاننے میں بہت آسانی ہوگی۔ مرزا صاحب نے اپنی کتابوں میں اپنے نہ ماننے والے مردوں کو جنگل کا سور اور عورتوں کو کتیا قرار دیا ہے۔ یہ زبان تو ایک عام شریف آدمی بھی استعمال نہیں کرتا چہ جائیکہ کوئی داعی یا مدعی نبوت استعمال کرے مسیلمہ کذاب نے بھی یہ لب و لہجہ اختیار نہیں کیا۔ آپ نے فرمایا کہ مرزا صاحب کی اردو اتنی غلط اور بے سرو پا ہے کہ کوئی نو آموز بھی اس سے بہتر لکھ سکتا ہے میر امن دہلوی مرزا صاحب سے سو سال پہلے گزرا ہے اسکی اردو اتنی اعلیٰ اور معیاری ہے کہ مرزا صاحب سو سال بعد بھی اس کے سامنے جاہل معلوم ہوتے ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ احمد ندیم قاسمی مانے ہوئے ترقی پسند ادیب ہیں میں انہیں جج تسلیم کرتا ہوں وہ اگر مرزا صاحب کو ایک ادیب قرار دے دیں تو نبوت تو بہت بلند مقام ہے میں انہیں ادیب مان لوں گا۔ جلوس بخاری مسجد پہنچ کر دعا کے ساتھ اختتام پذیر ہوا۔ کانفرنس میں حضرت سید عطاء المؤمن بخاری مدظلہ۔ حکیم محمد صدیق تارڑ مولانا محمد اسحٰق سلیمی۔ ابو سفیان محمد اشرف تائب۔ مولانا اللہ یار ارشد۔ عبداللطیف خالد چیمہ جانباز مرزا۔ پروفیسر عمران موسیٰ مجددی اور دیگر زعماء نے شرکت کی۔

اسلام کے ارکان — حضرت مولانا محمد اسحاق صدیقی مدظلہ

اسلامی عبادات : اربعہ نماز، روزہ، زکوٰۃ، حج کی تعریف اور بنیادی مقاصد پر بہترین معلومات

● اسلام کو عقل کی روشنی میں سمجھنے والے حضرات کے لئے مؤثر کتاب

● اسلام کے ان بنیادی فرائض کی ادائیگی سے انسانی معاشرے پر مرتب ہونے والے اثرات

مختصر کتاب، جامع معلومات، اعلیٰ کتابت و طباعت۔ قیمت: ۱۰/- دس روپے

ملنے کا پتہ: مکتبہ السید۔ ۲۳۲ کوٹ تغلق شاہ۔ ملتان

نقوش جاوداں : از نوابزادہ منیر عامر —— بانی احرار مؤسس تحریک تحفظ ختم نبوت حضرت امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے تحریک ختم نبوت میں قائدانہ کردار اور بے مثال جدوجہد پر ایک معلوماتی کتاب اسٹاک محدود ہے قیمت: ۴۰/- روپے

ملنے کا پتہ: بخاری اکیڈمی۔ دار بنی ہاشم —— مہربان کالونی —— ملتان

ضروری وضاحت

ترجمانِ احرار۔ ملتان

مجلس احرارِ اسلام کا کسی نام نہاد قومی اتحاد سے کوئی تعلق نہیں

گزشتہ دِنوں اخبارات میں ایک خبر کی اشاعت سے انکشاف ہوا کہ خاکسار تحریک کے رہنما اور مرحوم "قومی اتحاد" کے نو میں ستارے جناب خان محمد اشرف خان صاحب قومی اتحاد زندہ کرنے میں کامیاب ہوگئے ہیں اور اس پر مستزاد یہ کہ پھر نو جماعتیں جمع کرکے بزعم خود اُس کے سربراہ بن گئے ہیں۔ یقیناً سیاسی کارکنوں کے لئے یہ واقعہ عجائبِ دنیا کے ساتویں عجوبہ سے کم نہیں ۔ خان صاحب نے ایک اور انکشاف بھی کیا کہ اتحاد میں شامل نو جماعتوں میں مجلس احرارِ اسلام بھی شامل ہے ۔ اور یہ انکشاف آٹھویں عجوبہ کی حیثیت رکھتا ہے ۔ ——— خان صاحب بھی اک عجوبۂ روزگار ہیں ۔ حالانکہ مجلس احرارِ اسلام سے نہ اُن کا کوئی رابطہ ہوا ہے اور نہ ہی احرار کسی نام نہاد قومی اتحاد میں شامل ہوئے ہیں ۔ ہمیں خان صاحب کے نومولود عزیزی قومی اتحاد کے سربراہ بننے پر کوئی اعتراض ہے اور نہ مرحوم قومی اتحاد میں اُن کے نویں ستارے ہونے پر کوئی شک تھا لیکن اِتنی بات کا اظہار ہم اپنا اخلاقی اور جماعتی فرض سمجھتے ہیں کہ مجلس احرارِ اسلام کا اس اتحاد سے کوئی تعلق نہیں تمام احرار کارکن باخبر رہیں ؎

ہیں کواکب کچھ نظر آتے ہیں کچھ
دیتے ہیں دھوکہ یہ بازی گر کھلا

مولانا عُبید اللہ سندھی اور اُن کے ناقدین :

امامِ انقلاب مولانا عُبید اللہ سندھی رحمۃ اللہ علیہ کی فکر انگیز جدوجہد شخصیت اور افکار و خیالات

آپ کے ناقدین کا علمی و تحقیقی محاسبہ

مولانا سعید احمد اکبرآبادی کے قلم گہربار سے

قیمت : ۱۵۱ روپے ۔ ملنے کا پتہ : بخاری اکیڈمی دارِ بنی ہاشم مہربان کالونی ۔ ملتان ۔

حُسنِ انتقاد

تبصرہ کے لئے دو کتابوں کا آنا ضروری ہے

سیّد ذوالکفل بخاری

اسلامی عبادات :

مؤلّف : حضرت مولانا محمّد اسحاق صدیقی مدظلّہ،

ناشر : مکتبہ سیّدیہ، ۲۲۲ کورٹ تغلق شاہ، ملتان شہر

قیمت : ۱۰ روپے ، ضخامت : ۵۲ صفحات

اس کتاب کے مؤلف مدظلّہ، کی علمی شخصیت اہلِ سنّت کے علماء اور دانشوروں کے لئے چنداں محتاجِ تعارف نہیں ہے، حضرت مولانا ۔ یادگارِ زمانہ اور یادگارِ اسلاف ہستیوں میں سے ہیں، اس لئے بھی کہ علّامہ سیّد سلیمان ندوی رح اور علّامہ سیّد یوسف بنوری رح کے صدیقِ مکرم ہیں۔ اُن کا قلم، طرزِ ابلاغ اور اسلوبِ اظہار کے اُن محاسن و معائر کا امین و پاسدار ہے کہ جو ابہام کی سادگی، سہولت اور شرعت سے عبارت ہیں۔ زیرِ نظر کتاب حضرت مولانا نے بظاہر ایک عام سے موضوع پر تحریر فرمائی ہے لیکن اثنائے مطالعہ قاری یہ باور کرنے پر مجبور ہو جاتا ہے کہ اسلامی عبادات کی غایت و حکمت اور منشاء و مفہوم کا ہر بیان، مولانا کے اس بیان کے بنا یقیناً ادھورا ہے۔ نماز، روزہ، حج اور زکوٰۃ کو انسان کا فطری تقاضا اور لازمۂ حیات ثابت کرنا اور اس طور کہ جدید ذہنوں کی سیرابی میں کوئی کسر باقی نہ رہے —— یہی اس کتاب کا کمال ہے۔ صوری و معنوی خوبیوں سے آراستہ اس کتاب کو گھر گھر پڑھا جانا چاہیئے۔

آسان عروض :

مؤلّف : پروفیسر ڈاکٹر محمّد امین

ناشر : بک گیلری پبلشرز، ۵ گلدین کالونی، ملتان

قیمت : ۵ روپے ، ضخامت : ۳۲ صفحات

"عروض ایک معیاری علم ہے جو شعر کو پرکھنے کے لئے اوزان کا معیار مقرر کرتا ہے۔ جن کے ذریعے سے شعر کی موزونیت اور ناموزونیت کا فیصلہ کیا جاتا ہے، شعر کی اصلاح کے لئے عروض کا جاننا ضروری ہے" تعارفِ کتاب کے ان جملوں میں ہم صرف اس قدر اضافہ کریں گے کہ عروض پر اس سے زیادہ آسان اور واضح انداز میں شاید کبھی نہیں لکھا گیا۔ اس لئے اُن خواتین و حضرات کو ضرور اس کا مطالعہ کرنا چاہیئے کہ جو شاعری کو ذریعۂ عزّت بنانے کی فکر میں ہیں۔

فتنۂ جمہوریت :

از قلم : حکیم محمود احمد ظفر
ناشر : اِدارۂ معارفِ اسلامیہ مبارک پورہ ۔ سیالکوٹ

ضخامت : ۱۹۲ صفحات ؛ قیمت : درج نہیں : کتابت طباعت : اعلیٰ

فتنۂ جمہوریت ۔ یہ ایک ایسا عنوان ہے کہ جس پر تعارف، تحسین، تنقید یا تاثر کے انداز میں تبصرہ کرنے کی ضرورت : حل محسوس نہیں ہو رہی ۔ عنوان بذاتِ خود اتنا بھرپور اور واضح ہے کہ گویا اس میں پوری کتاب سمٹ آئی ہے ۔ کتاب میں ستائیسؔ عنادین کے تحت گفتگو کی گئی ہے اور ساری گفتگو میں ربط وضبط اور شرح وبسط کا رنگ چوکھا آیا ہے ۔ اس میں کیا شک ہے کہ عالمِ اسلام کی نظریاتی اور جغرافیائی وحدت کے لئے جمہوریت اس صدی کا سب سے بڑا فتنہ ثابت ہوئی ہے اور دانشِ فرنگ کی یہ اتنی بڑی کامیابی ہے کہ پورا عالمِ کفر اس کے اثرات وثمرات سے متمتع ہو رہا ہے ۔

اس کتاب کی ایک بڑی خصوصیت یہ ہے کہ اس میں اشرف علی تھانوی ؒ (مجدد الملت) علامہ اقبال ؒ (حکیم الامت) اور سید مودودی (قائدِ انقلابِ اسلامی) فتنۂ جمہوریت کے خلاف ہم آواز، ہم خیال، ہم نظر ہم سخن اور ہم آہنگ نظر آتے ہیں ۔ (مومنین توجہ کا مقام ہے)

ایک اور بات یہ کہنا ہے کہ نسوانی قیادت کا ردّ کرتے ہوئے کہ ام المومنین عائشہ (رضی اللہ عنہا) کے حوالے سے ایک تاریخی مغالطہ آرائی کا جو جواب، فاضل مؤلف نے دیا ہے ہم اس سے اتفاق نہیں کر سکتے ۔ مؤلفِ محترم، غور وتأمل پر شاید خود بھی اپنے مؤقف پر نظرِ ثانی کی ضرورت محسوس فرمائیں ۔

ہم قارئین سے کتاب کے مطالعہ کی پُرزور سفارش کرتے ہیں اور حکیم صاحب سمیت تمام ہمدردانِ قوم اہلِ علم و دانش سے درخواست بھی کرتے ہیں کہ اس موضوع پر ابھی سینکڑوں کتابوں کا قرض اُن کے ذمّہ ہے ۔ خدا را ضرور متوجہ ہوں ۔

اوروں کو بناؤں گا	کہا میں نے کہ آئندہ بھی پڑھنے کا ارادہ ہے تو فرمایا کہ جو کچھ پڑھ لیا وہ بھی زیادہ ہے میں اب لیڈر بنوں گا قوم کو رستہ دکھاؤں گا بہت دن بن چکا اُتو اب اوروں کو بناؤں گا

آئیے۔ اللہ کی رضا اور اجر حاصل کیجئے۔!

ہمارے دینی ادارے اور مستقبل کے منصوبے

مسلمان توجّہ فرمائیں

★ — مجلسِ احرارِ اسلام دینی انقلاب کی داعی ہے۔ دینی انقلاب — دینی مزاج اور دینی ماحول پیدا کیے بغیر ممکن نہیں۔ ۱۹۲۹ء سے آج تک احرار نے بیسیوں تحریکوں کو جنم دیا اور پروان چڑھایا۔ احرار کی سب سے بڑی، مضبوط اور زندہ تحریک **تحریکِ ختمِ نبوّت** ہے۔

★ — پاکستان سے پہلے اور پاکستان کے بعد احرار نے سینکڑوں دینی ادارے قائم کیے جن سے اُمّتِ مسلمہ میں دینی مزاج عام اور دینی قوتوں میں اضافہ ہوا۔ اکابرِ احرار نے ایک بات شدت سے محسوس کی کہ جب تک دینی ادارے بنیادی طور پر احرار کی نگرانی میں نہیں چلتے اُس وقت تک یکجہتی پیدا ہونا مشکل امر ہے۔ لہٰذا ہم نے اُمّتِ مسلمہ کے تعاون سے اندرون و بیرونِ ملک دینی ادارے قائم کئے ہوئے ہیں جن کی مختصر تفصیل یوں ہے :

★ مدرسہ معمورہ ——— مسجدِ نور، تغلق روڈ ملتان ———
★ مدرسہ معمورہ ——— دارِ بنی ہاشم، پولیس لائنز روڈ ملتان۔ فون۔ ۷۲۸۱۳
★ مدرسہ محمودیہ معمورہ ——— ناگڑیاں ضلع گجرات ———
★ جامعہ ختمِ نبوّت ——— مسجد احرار متصل ڈگری کالج ربوہ۔ فون نمبر: ۸۸۶ ———
★ مدرسہ ختمِ نبوّت ——— سرگودھا روڈ ربوہ ———
★ دارالعلوم ختمِ نبوّت ——— چیچہ وطنی ۔ فون نمبر: ۲۹۵۳ ——— ۲/۱۲
★ مدرسہ ابوبکر صدّیق ——— تلہ گنگ ضلع چکوال ———
★ یُوکے ختمِ نبوّت مشن ——— (ہیڈ آفس) گلاسگو، برطانیہ ———

یہ ادارے سرگرمِ عمل ہیں۔ ان کے اخراجات اور آئندہ کے منصوبے، مسجد احرار ملتان، مدرسہ معمورہ کے بڑھتے ہوئے کام کے پیشِ نظر زمین کی خرید اور تعمیرِ نو، دفاتر کا قیام، بیرونی ممالک میں مبلّغین کی تعیناتی اور اداروں کا قیام، پچاس کتابوں کی اشاعت — یہ تمام کام اُمّتِ رسول علیہ الصّلوٰۃ والسّلام کے تعاون سے ہوگا۔ یہ کام آپ ہی نے کرنا ہے۔

تعاون آپ کریں دُعاء ہم کریںگے اور اجر اللہ پاک دیںگے — آئیے، آگے بڑھیے اور اجر کمائیے

سیّد عطاء المحسن بخاری مدیر مدارس التحفیظ والمساجد

دارِ بنی ہاشم ○ پولیس لائنز روڈ ○ ملتان

ترسیلِ زر کے لئے : اکاؤنٹ نمبر: ۲۹۹۳۲ حبیب بنک لمیٹڈ حسین آگاہی ملتان

Phone : 72813

NAQEEB-E-KHATM-E-NUBUWWAT

MULTAN

زیرِ تعمیر:

فون: ۷۲۸۱۳

جامع مسجد ختمِ نبوت

دارِ بنی ہاشم — مہربان کالونی — ملتان

زیر اہتمام، تحریک تحفظ ختم نبوت (شعبہ تبلیغ) عالمی مجلس احرار اسلام پاکستان

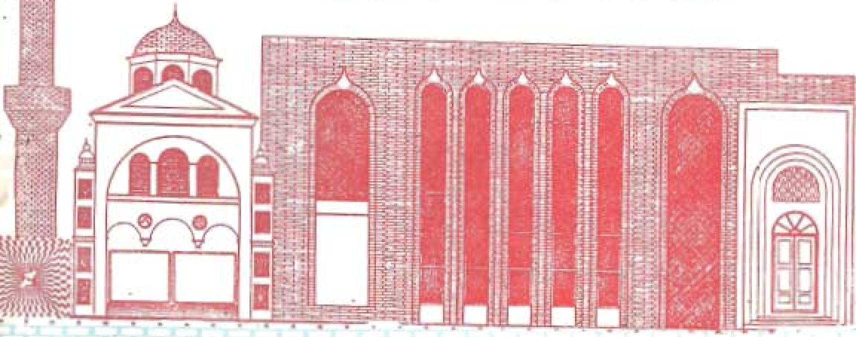

مسجد کی بنیادیں مکمل ہو چکی ہیں، تعمیر کی تکمیل میں بھرپور حصّہ لیں، نقد و سامانِ تعمیر

دونوں صورتوں میں تعاون فرمائیں — ترسیلِ زر کیلئے:

منتظم و متولی ابنِ امیرِ شریعت سید عطاء المحسن بخاری، دارِ بنی ہاشم۔ ملتان

اکاؤنٹ نمبر: ۲۹۹۳۲، حبیب بنک حسین آگاہی، ملتان